دسترخوان

بیگم میلم

اندرسے کی گولیاں

چاول ایک سیر

شکر ـــــــ تین پاؤ

کھانے والا سوڈا ـــــــ ایک تولہ

تیل یا گھی ـــــــ حسب ضرورت

ترکیب: پہلے چاولوں کو بھگو کر سکھا لیجیے پھر چکی یا سل کے ذریعہ پیس کر باریک آٹے کی شکل میں بنا لیجیے اس کے بعد شکر کا قوام ایک تار کا بنا کر اس میں ایک تولہ دہی ڈال لیے اور میل صاف کر کے پسے ہوئے چاولوں اور سوڈے کو اسی میں ڈال کر ہلکی آنچ پر پکا لیجیے اور کسی سینی میں تل پھیلا کر گولیوں کو ان پر پھیر لیجیے تاکہ ہر طرف تل لگ جائیں اس کے بعد کڑاہی میں گھی یا میٹھا تیل ڈال کر تل لیجیے۔

اندرسے بھی اسی طرح بنتے ہیں صرف مادا تیار ہو جانے کے بعد اس کی چھوٹی چھوٹی ٹکیاں بنا کر کسی پڑے پر مٹھی باندھ کر ذرا ذرا سی گھی لگا کر بڑھاتے ہیں۔ پٹرے پر ذرا سا میدہ ڈال دیا جاتا ہے تاکہ اس پر چپک نہ جائیں پھر کڑاہی میں تھوڑا سا گھی یا تیل کڑکڑا کر احتیاط سے اٹھا کر تل لیا جائے اسے تلنے میں دیر نہیں لگتی۔ آنچ تیز رکھی جاتی ہے۔ فوراً ہی تل جانے کے بعد پونے سے نکال لینا چاہیے لیکن اندرسہ بنانا مشکل ہے اس لیے چاولوں میں لس نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کی پتلی ٹکیہ کو بڑھا کر کڑھائی تک لے جانا دشوار کام ہے جن کا کام ہے انھیں کافی مشق ہوتی ہے اس لیے وہ آسانی سے بنا لیتے ہیں۔ البتہ گولیاں بنانا مشکل نہیں۔

پینڈیاں

میدہ ـــــــ آدھ سیر

روا (باریک دانے کا) ـــــــ 〃 〃

گھٹی، یا پسی ہوئی شکر ـــــــ تین پاؤ

گھی ـــــــ آدھ سیر

گری بادام ـــــــ آدھ پاؤ

ناریل ـــــــ 〃 〃

چرونجی ـــــــ 〃 〃

پستہ ـــــــ ایک چھٹانک

ترکیب: پہلے بادام اور پستے کو ابال کر اس کی باریک ہوائیاں کاٹ لیجیے۔ گری کو کدوکش یا سروتے سے باریک چھالیا کی طرح کاٹ لیجیے۔ چرونجی کو دھو کر رکھ لیجیے۔ پھر گھی میں ایک لائچی کڑکڑائیے اور میدہ روا، اگر روا نا مل سکے تو صرف میدہ ہی ڈال کر ہلکی آنچ پر دیر تک بھونیے جب خوشبو دینے لگے تو سب میوہ ملا کر بھونیے اور اتار کر شکر اور دو تولہ کیوڑہ کا عرق شامل کر کے ہاتھ سے دبا دبا کر پینڈیاں بنا لیجیے اگر ٹھیک نہ بنے تو ذرا سا دودھ ہاتھ میں لگا کر بنائیے۔ خیال رہے کہ گرم ہی گرم حالت میں بنائیے ٹھنڈی ہو جانے پر پینڈیاں اچھی طرح نہ بن سکیں گی۔

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

6/-

LW/NP 58 **RIZWAN** R.N. 2416/57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.

Ph. 270406

بچوں کی

قصص الانبیاء

از:- امۃ اللہ تسنیم

چار حصوں پر مشتمل اس کتاب میں بچوں کی آسان زبان میں نبیوں کے حالات لکھے گئے ہیں، صرف قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں، اس کتاب کے بارے میں مفسرِ قرآن مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:-

"ان سے چھوٹے بھائی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "قصص النبیین للاطفال" اب نہ کسی تعریف کی محتاج ہے نہ تعارف کی، سلیس و شستہ عربی میں پیغمبروں کے سچے سبق آموز پُر ہدایت حالات لڑکوں اور بوڑھوں سب کے پڑھنے کے قابل، ان بہن صاحبہ نے یہ کیا کہ انھیں مطالب کو عربی سے اُردو میں منتقل کر دیا ہے، کتاب ترجمہ نہیں ترجمہ سے کچھ بڑھ کر ہے زبان کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، جو لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھیں گے وہ ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سیکھتے جائیں گے"

حصہ اول

حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام حضرت ہودؑ حضرت صالحؑ قیمت

حصہ دوم حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام قیمت

حصہ سوم:- حضرت موسیٰ علیہ السلام ——— قیمت

حصہ چہارم حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ——— قیمت

مکتبہ اسلام

۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ

لکھنؤ (یوپی) — ۲۲۶۰۱۸

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۲۱ — ستمبر ۱۹۹۷ء — شمارہ نمبر ۹

ایڈیٹر: — محمد حمزہ حسنی

معاونین: — اُمامہ حسنی ٭ میمونہ حسنی

اسحٰق حسینی ندوی ٭ جعفر مسعود حسنی ندوی

سالانہ چندہ

- برائے ہندوستان: — ۷۰ روپے
- غیر ملکی ہوائی ڈاک: — ۲۵ امریکی ڈالر
- فی شمارہ: — ۶ روپے

نوٹ: ڈرافٹ پر 'RIZWAN MONTHLY' لکھیں۔

ماہنامہ 'رضوان' ۵۴/۱۲۱۔ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفسٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

ماہنامہ رضوان کے خریداروں سے

ایک گذارش

ماہنامہ "رضوان" جو ۴۱ برس سے الحمدللہ مسلسل شائع ہو رہا ہے اب
خسارہ سے دوچار ہے کئی برس سے اس حالت میں شائع ہو رہا ہے کہ ہر
وقت بند ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے اور یہ حالت صرف اس وجہ سے ہے
کہ خریدار بہن بھائی اپنا سالانہ چندہ پابندی سے نہیں بھیجتے اور ایک بہت
بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو کئی کئی سال کے بقایادار ہیں اگر خریدار اپنا بقایا
اور آئندہ کا چندہ بھیج دیں تو رسالہ کا سب نقصان پورا ہو جائے گا اور رسالہ
آسانی سے نکلتا رہے گا

ادارہ اب اس سنگین نقصان دہ صورت حال
کو اب مزید برداشت نہیں کر سکتا
اور نہ قرض لے کر رسالہ کو جاری رکھ سکتا
ہے کہ آخر قرض ادا کہاں سے ہوگا۔
اگر خریدار بہن بھائی رسالہ کو جاری رکھنا مفید
سمجھتے ہوں تو اس طرف فوری توجہ کریں اور
نہ صرف اپنا بقایا چندہ بھیجیں بلکہ نئے خریدار بھی
مہیا کریں تاکہ دین کی یہ خدمت جاری رہ سکے بصورت
دیگر اپنی رائے ضرور لکھیں کہ ہم رسالہ جاری
رکھیں یا بند کر دیں۔

(ایڈیٹر)

عنوان	مصنف	صفحہ
اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
کتاب ہدایت	مولانا محمد منظور نعمانی	۴
حدیث کی روشنی	امۃ اللہ تسنیم رح	۶
اسوہ صحابہ رض	مولانا عبدالسلام ندوی	۸
محبت کا پیغام عصر حاضر کے نام	مولانا سید محمد الحسنی	۱۰
جھوٹ اور اس کی مروجہ شکلیں	مفتی محمد تقی عثمانی	۱۳
قیامت کی نشانیاں	مولانا محمد ابراہیم دہلوی	۱۶
آداب طعام	مولانا سید جلال الدین عمری	۲۲
عیسائیت کی خفیہ سرنگ	مولانا محمد آصف دہلوی	۳۱
اراکان میں مسلمانوں کی حالت زار	محمد صدیق اراکانی	۳۵
نعت	ڈاکٹر طفیل احمد مدنی	۳۶
ماں کا دودھ	شہاب الدین ندوی	۳۷
بچوں کا گوشہ	عادل اسیر دہلوی	۳۹
دسترخوان	بیگم سلیم	۴۰

کتاب ہدایت

مولانا محمد منظور نعمانی

(قسط ۴۱)

تقویٰ

خود قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (سورۂ توبہ ع ۹)

اور سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝

(نحل ع ۴)

اور متقیوں کا ٹھکانا کیا ہی اچھا ٹھکانا ہے غیر فانی اور سدا بہار بہشت کے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں ان کے لیے وہ سب کچھ مہیا ہوگا جو وہ چاہیں گے؛ اسی طرح اللہ متقیوں کو ان کے تقویٰ کا بدلہ دے گا۔

اور سورۂ قمر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (قمر ع ۳)

جن بندوں نے دنیا میں تقویٰ کا رویہ اختیار کیا وہ (آخرت میں) باغات اور نہروں میں رہیں گے، ایک عمدہ مقام میں کامل اقتدار رکھنے والے کائنات کے حقیقی بادشاہ کے قرب میں۔

اللہ اللہ! کیا نصیب ان بندوں کے جن کو جنت میں ہر قسم کی دوسری نعمتوں کے ساتھ اپنے مالک کا قرب خصوصی بھی حاصل ہوگا۔

ان آیتوں میں تو اہل تقویٰ کو صرف ان انعامات کی خوش خبری سنائی گئی ہے جن سے وہ مرنے کے بعد عالم آخرت میں نوازے جائیں گے۔ اب چند آیتیں وہ بھی پڑھ لیجئے جن میں ان متقی بندوں کو آخرت کی جنت و مغفرت کے علاوہ اور اس سے پہلے اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کی بشارت سنائی گئی ہے، سورۂ انفال میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (انفال ع ۴)

اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ کا رویہ اختیار کروگے تو اللہ تم کو اپنے خاص فضل سے ایک امتیازی قوت اور امتیازی شان بخشے گا، اور تم سے تمہاری برائیاں دور کردے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

اس آیت میں جو "فُرْقَانٌ" کا لفظ ہے (جس کا مطلب ہم نے یہاں امتیازی قوت اور امتیازی شان کے الفاظ سے ادا کرنا چاہا ہے) دراصل اس کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے تقویٰ کا رویہ اختیار کرنے والے بندوں کے قلوب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق و باطل کی معرفت کی جو ایک خاص صلاحیت عطا ہوتی ہے اور ان کی زندگی میں جو ایک نمایاں امتیاز ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کو ہیبت و عظمت قلوب میں پیدا ہوتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی خاص مدد جو ان کے ساتھ ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے بلند مقاصد میں معجزانہ قسم کی کامیابی حاصل کرتے ہیں فرقان کے مفہوم میں دراصل یہ سب کچھ اس دنیا میں عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اور اسی کے ساتھ گناہوں کی معافی اور بخشش کا بھی

جس کا تعلق عالم آخرت سے ہے۔

اور سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۝ (اعراف ع ۱۰)

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور تقویٰ کا رویہ اختیار کرتے تو ہم زمین و آسمان سے ان پر برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اس سنت اور اس قانون کا اعلان فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی ملک اور کسی علاقہ کے لوگ ایمان اور تقویٰ والی زندگی اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر برکتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پھر جن نعمتوں کا تعلق آسمان سے ہے وہ ان پر آسمان سے برستی ہیں اور جن کا تعلق زمین سے ہے وہ زمین سے ان کے لیے ابلتی ہیں۔

اور سورۂ طلاق میں اہل تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اسی خاص فضل و کرم کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۝

(طلاق ع ۱)

اور جو لوگ تقویٰ کا رویہ اختیار کریں ان کے واسطے اللہ تعالیٰ مشکلات اور سختیوں سے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور ان کو ان طریقوں سے رزق دیتا ہے جن کا ان کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اور سورۂ یونس میں اہل تقویٰ کو اللہ کے دوست قرار دے کر ان کو دنیا اور آخرت میں سرفرازی کی بشارت سنائی گئی ہے۔

ارشاد ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۝ (یونس ع ۷)

یاد رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں انھیں کوئی خوف و غم نہ ہوگا، وہ لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ کا رویہ انھوں نے اختیار کیا، ان کے لیے خاص خوشخبری ہے دنیا کی زندگانی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اس آیت میں اہل تقویٰ کو "اولیا اللہ" (اللہ کے دوست کہا گیا ہے، جو یقیناً ان کا بہت ہی بڑا اکرام و اعزاز ہے لیکن اس سے بھی بڑا اعزاز ان کا یہ ہے کہ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات پاک کو ان کا دوست بتلایا ہے۔ سورۂ جاثیہ میں ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (جاثیہ ع ۲)

اور اللہ دوست ہے تقویٰ والوں کا۔

اسی طرح سورۂ نحل کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک ذات کو متقیوں کا رفیق اور ساتھی بتلایا ہے۔

ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

(نحل ع ۱۶)

اللہ اپنے ان بندوں کے ساتھ اور ان کا رفیق ہے جو متقی اور نیکوکار ہیں۔

بلاشبہ کسی بندے کے لیے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں ہوسکتا کہ اس کا مالک و مولا اس کے بارے میں فرمائے کہ ہم اس کے دوست، اس کے رفیق اور اس کے ساتھ ہیں ع۔

"کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے"

تقویٰ ہی اصل نیکی اور عمل صالح کی روح ہے

قرآن مجید تقویٰ ہی کو نیکی کی اصل و اساس اور سارے اعمال کی روح قرار دیتا ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ

(بقرہ ع ۲۴)

ولیکن نیکی کی حقیقت تو بس یہ ہے کہ کوئی اللہ سے ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے۔

اور سورۂ حج میں قربانی کا حکم دینے کے بعد ارشاد فرمایا کہ: تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ کو مطلوب نہیں ہے

(باقی صفحہ ۷ پر)

امۃ اللہ تسنیم

اخلاص اور نیت

مسلمان قاتل و مقتول

حضرت ابوبکرہؓ نُفیع بن الحارث الثقفی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ مقابل ہوں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ قاتل کا معاملہ تو سمجھ میں آگیا لیکن مقتول کے بارے میں حیرت ہے آپ نے فرمایا وہ اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔

جماعت کا ثواب کیوں زیادہ ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر پر اور دوکان پر نماز پڑھنے سے جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب کچھ اوپر بیس گنا زیادہ ملتا ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرکے پھر مسجد میں آئے اور نماز ہی کا ارادہ کرکے گھر سے نکلا ہو تو ہر قدم پر اس کا درجہ بلند کیا جائے گا۔ اور اس کی خطائیں دور کی جائیں گی یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوگا تو نماز میں شمار ہوگا اور جب تک وہ مسجد میں نماز کی نیت سے رکا رہتا ہے فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم کر اور اس کو بخش دے اور اس کی توبہ قبول کر جب تک باوضو رہے۔ (بخاری، مسلم)

نیک کام کی نیت ہی سے ثواب مل جاتا ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں اور آنحضرتؐ اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھیں پھر ان کو ظاہر کر دیا کہ جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اس کو نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک نیکی لکھی اور جس نے نیکی کا ارادہ بھی کیا اور اس کو کر گزرا تو اللہ تعالیٰ نے دس نیکیاں لکھیں سات سو گنا تک یا اس سے زیادہ اور جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا پھر اس کو نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک پوری نیکی لکھی اور اگر وہ برائی عمل میں آگئی تو ایک ہی بدی لکھی۔

مقبول عمل کا وسیلہ مصیبت سے نجات دیتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم سے پہلے تین آدمی (کہیں) روانہ ہوئے راستہ میں شام ہوگئی انھوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ جب اس میں داخل ہوئے تو ایک پتھر گر پڑا اور غار کا دروازہ بند ہوگیا ان لوگوں نے کہا اس پتھر سے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ ہاں یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کسی عمل کی یاد دلاتے ہوئے پکارو، ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ تعالیٰ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میں ان سے پہلے اپنی بیوی اور بچوں کو دودھ نہیں پلاتا

تھا۔ ایک دن میں چارے کی فکر میں دور تک چلا گیا اور راہ میں مجھ کو شام ہوگئی جب گھر پلٹا تو ان کو سوتا پایا۔ میں نے بُرا سمجھا کہ ان کو بے آرام کروں یا ان سے پہلے بیوی بچوں کو دودھ پلاؤں۔ پیالہ میرے ہاتھ میں تھا اور میں ان کے جاگنے کے انتظار میں رہا یہاں تک کہ صبح نمودار ہوگئی اور بچے میرے پاؤں پر لوٹ رہے تھے۔ میں نے ان کو دودھ پلایا۔ اے اللہ اگر یہ کام میں نے تیری خوشی کے لیے کیا ہے تو اس پتھر کو ہم سے دور کر، پس پتھر تھوڑا ہٹ گیا۔

دوسرے نے کہا اے اللہ میری ایک چچازاد بہن تھی۔ وہ مجھ کو بہت محبوب تھی، ایک روایت میں ہے کہ میں اس کو اتنا چاہتا تھا کہ جیسے کسی مرد کو عورت سے محبت ہو سکتی ہے ایک دن میں نے بلایا اس نے انکار کیا یہاں تک کہ قحط سے پریشان ہو کر وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیے کہ وہ مجھ سے تخلیہ میں ملے وہ راضی ہوگئی۔ جب میں نے ارادہ کیا تو اس نے کہا اللہ سے ڈر۔ میں یہ سُن کر باز رہا حالانکہ وہ مجھے انتہائی محبوب تھی پھر میں نے اس سے روپیہ بھی واپس نہیں لیا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضا کی خواہش میں کیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے رہائی عطا فرما۔ تو پتھر کھسک گیا مگر اتنا کہ نکل نہیں سکے۔

تیسرے نے کہا اے اللہ میں نے کچھ مزدور کام کے لیے بلائے اور ان کو پوری پوری مزدوری دی، سوا ایک آدمی کے کہ وہ چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری سے تجارت کی۔ کچھ عرصہ میں تجارت خوب نفع لائی۔ ایک دن وہ آیا اور کہا اللہ کے بندے میری مزدوری دے۔ میں نے کہا یہ جتنی چیزیں تم دیکھ رہے ہو اونٹ گائے بکری غلام سب تمھارے ہیں اور تمھاری مزدوری سے ہیں۔ کہا کیوں مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا یہ حقیقت ہے تو وہ سب لے کر چلا گیا۔ اے اللہ اگر میری یہ بات تجھے پسند آئی ہو تو ہم کو اس تنگی سے نجات فرما۔ بس وہ پتھر ہٹ گیا اور سب نکل گئے۔

بقیہ: کتاب ہدایت

اور نہ وہ اس کے پاس پہنچتا ہے بلکہ دل کا جو جذبہ اور جو کیفیت قربانی کے حکم کی تعمیل کراتی ہے یعنی تقویٰ، بس وہ مطلوب ہے اور وہی خدا کے پاس پہنچتا ہے اور قبول ہوتا ہے اور وہی گویا عمل کی روح ہے۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

(حج ع۔۵)

تمھاری قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا اس کے حضور جو کچھ پہنچتا ہے وہ تمھارے دلوں کا تقویٰ ہے۔

اسی لیے ایک اور موقع پر فرمایا گیا ہے کہ اللہ اسی عمل کو قبول کرتا ہے جس کے کرنے والے میں تقویٰ ہو اور اس نے وہ عمل تقویٰ کی صفت کے ساتھ کیا ہو یعنی اللہ کی رضا جوئی اور آخرت کی فکر اس عمل کی محرک ہو۔ ارشاد ہے:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

(مائدہ ع۔۵)

اللہ تقویٰ والوں ہی کے عمل قبول کرتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی برکت سے بارش ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے اور کہتے اے اللہ ہم تیرے دربار میں اپنے نبی کا وسیلہ اختیار کیا کرتے تھے اور تو بارش برسا دیتا تھا ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں تو بارش برسا دے، بارش ہو جاتی تھی۔

(بخاری)

مولانا عبدالسلام ندوی

خطابت اور زور تقریر

صحابہ کرام کی موثر زندگی کے تمام خال و خط تمہارے سامنے آگئے، ان کے مذہب، اخلاق اور معاشرت کی روشن مثالیں تمہاری نگاہ سے گزر چکیں، ان کی حکومت و سیاست کے تمام کارنامے تم نے پڑھ لیے، لیکن تمہارے دل نے ان کا کچھ اثر بھی قبول کیا؟ اگر ان انوار تابندہ کی روشنی نے تمہاری راتوں کو دن نہیں بنایا تو یہ تمہاری سیاہ بختی کی سب سے بڑی دلیل ہے لیکن ہر شخص تمہاری طرح سیہ گلیم اور سیہ بخت نہیں ہو سکتا آج سے تیرہ سو برس پہلے صحابہ کرامؓ کے مختلف فضائل نے سیکڑوں اشخاص کو اپنا گرویدہ بنایا اور ان کے مذہبی، اخلاقی اور علمی اثر نے دلوں کے اندر کی دنیا کو تہ و بالا کر دیا اگر تم خود صحابہ کرامؓ کے مذہب، اخلاق اور معاشرت وغیرہ کا اثر قبول نہیں کرتے تو کم از کم دوسروں کی تقلید و مثال سے تو تم کو عبرت و بصیرت حاصل کر لینا چاہیئے۔

صحابہ کرامؓ کا مذہبی اثر

حضرت جندب بن کعبؓ نے ایک جادوگر کو ایک حدیث کے بموجب قتل کر دیا اور اس جرم میں اس کو ولیدؓ بن عقبہ بن ابی معیط گورنر کوفہ نے سزائے قید دے دی لیکن جیلر ان کے صوم و صلوٰۃ کی پابندی سے اس قدر متاثر ہوا کہ خود ان کو رہا کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا عامل بنا کر روانہ فرمایا، وہاں پہنچ کر انھوں نے نماز فجر میں بلند آہنگی کے ساتھ تکبیر کہی تو حضرت عمرو بن میمونؓ الازدی پر اس کا جو اثر پڑا اس کو وہ خود بیان کرتے ہیں۔

فالقیت محبتی علیہ فما فارقتہ حتی دفنتہ بالشام

میں ہمہ تن ان کا عاشق ہو گیا اور اس وقت تک ان کی صحبت سے الگ نہ ہوا جب تک شام میں ان کو دفن نہ کر لیا۔

ان کے بعد یہ روحانی اثر ان کو کھینچ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس لایا اور تادم مرگ ان کی خدمت سے الگ نہ ہوئے۔

صحابہ کرامؓ کو جو مذہبی عزت حاصل تھی اس کا یہ اثر تھا کہ لوگ ان کے پاس آکر طالب دعا ہوتے تھے چنانچہ ایک بار حضرت انس بن مالکؓ کے پاس بصرہ سے کچھ لوگ آکر طالب دعا ہوئے اور انھوں نے دعا کی۔

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں لوگ چھوٹے چھوٹے بچوں کو لاتے تھے اور وہ ان کے لیے دعائے برکت کرتی تھیں۔

امرائے بنو امیہ پر صحابہ کرام کا یہ اثر تھا کہ یہ لوگ مذہبی معاملات میں ان کی اقتدار کو اپنا فرض سمجھتے تھے چنانچہ ایک بار عبدالملک بن مروان نے حجاج کو لکھ بھیجا کہ مناسک حج میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت نہ کرو، اس حکم کی بنا پر حجاج خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کیا ارشاد ہے، بولے کہ "اب چلنا چاہیئے" اس نے کہا اس وقت؟ بولے ہاں" بولا بدن پر پانی ڈال لوں تو حاضر ہوں۔

یہ اثر نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ کفار پر بھی پڑتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنا لی تھی اور اس میں نماز ادا کرتے تھے لیکن جب وہ نماز میں قرآن پڑھتے تھے تو کفار کے اہل و عیال ان کی رقت خیز آواز سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ خود کفار کو یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں ان کے بچوں اور بیبیوں کو وہ شیدائے اسلام نہ بنا لیں۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ قسطنطنیہ میں خود رومیوں سے لڑ کر شہید ہوئے تھے تاہم ان کا یہ اثر تھا کہ جب قحط پڑتا تھا تو رومی ان کی قبر کے واسطے سے پانی برسنے کی دعا مانگتے تھے۔

صحابہ کرام کا اخلاقی اثر

ہر مقدمہ میں گواہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن صحابہ کرام کو ان کی دیانت نے اس سے مستثنیٰ کر دیا تھا، حضرت سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل پر ایک عورت نے غصب کا دعویٰ کیا، انھوں نے کہا "جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جو شخص بلا استحقاق کسی کی ایک بالشت بھر زمین لے گا خدا زمین کے ساتوں طبق کو اس کے گلے کا طوق بنائے گا۔ میں نے اس کی زمین کا کوئی حصہ نہیں لیا۔ مروان کے یہاں مقدمہ پیش تھا اس نے کہا اب میں آپ سے گواہ نہیں مانگتا۔

امرا و سلاطین تو پھر بھی مسلمان تھے سب سے زیادہ یہ اثر کفار پر پڑتا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ کفار مکہ کو چھوڑ کر نکلے تو راہ میں ابن الدغنہ مل گیا جو عرب میں سید القارہ کے خطاب سے ممتاز تھا اس نے پوچھا، کہاں جاتے ہو؟ بولے مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے اب سیاحت کر کے خدا کی عبادت کروں گا اس نے کہا کہ تم جیسا شخص نہ وطن سے نکل سکتا نہ نکالا جا سکتا۔ تم غریبوں کے لیے مال پیدا کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو قوم کی دیت و تاوان کا بار اٹھاتے ہو مہمان نوازی کرتے ہو، مصائب قومی میں اعانت کرتے ہو میں تمہارا ضامن ہوں چلو اور اپنے ملک میں خدا کی پرستش کرو" چنانچہ وہ پلٹے اور چند شرائط کے ساتھ کفار نے ان کو عبادت گزاری کی اجازت دے دی۔

حضرت نعیم بن عبداللہ النحامؓ نہایت فیاض صحابی تھے اور قبیلہ بنو عدی کی بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کرتے تھے کفار پر ان کی اس نیکی کا یہ اثر تھا کہ جب انھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تمام کفار نے روک لیا اور کہا کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو اگر کوئی تم سے تعرض کرے گا تو سب سے پہلے ہماری جان تم پر قربان ہو گی۔"

صحابہ کرام کا علمی اثر

صحابہ کرام کو علمی فیوض و برکات نے ایک چشمۂ شیریں بنا دیا تھا جس کے گرد تشنگان علم کا ہمیشہ مجمع رہتا تھا، حضرت قزعہؓ کا بیان ہے کہ میں حضرت سعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ فتویٰ دے رہے تھے اور لوگ ان پر ٹوٹے پڑتے تھے میں نے انتظار کیا جب بھیڑ بھاڑ چھٹی تو میں نے خود اپنا سوال پیش کیا۔

حضرت سبیع بن خالدؓ کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں ایک تجارتی مقصد سے آیا مسجد میں جا کر دیکھا کہ جوق کے جوق لوگ ایک مشہور اور نمایاں شخص کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حجازی آدمی ہے میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے مجھے آنکھیں دکھائیں اور کہا کہ تم ان کو نہیں جانتے؟ یہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

محبت کا پیغام عصر حاضر کے نام

مولانا سید محمد الحسنی

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اشرف اور سب سے اعلیٰ مخلوق انسان ہے اور اس انسان کے اندر سب سے اعلیٰ سب سے قیمتی اور سب سے زیادہ نازک چیز دل ہے اور اس دل کا گوہر یک دانہ اور اس کا گنج گرانمایہ محبت ہے۔

در خرمن کائنات کردیم نگاہ
یک دانہ محبت است باقی ہمہ کاہ

یہ دانہ محبت نہ ہو تو سارا وجود استخواں و پوست اور یہ ساری کائنات گھاس اور پھونس کا ایک ڈھیر ہے، اس محبت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ دو محبوب ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہیں کر سکتا، وہ ایک سے آشنا ہو کر سارے عالم سے ناآشنا ہو جاتی ہے ایک کے ساتھ بے خود و سرشار ہو کر ساری دنیا سے بددل اور بیزار ہو جاتی ہے، وہ اس محبت کی قیمت سے صرف ایک چیز خرید سکتی ہے اور یہ سودا صرف ایک بار کر سکتی ہے وہ سب کے ساتھ رہ کر بھی کسی کے ساتھ نہیں ہوتی، سب سے تعلق رکھ کر بھی کسی سے تعلق نہیں رکھتی، وہ طوق و سلاسل میں بھی آزاد ہوتی ہے اور ہوشیاری و فرزانگی میں بھی بیخود و سرشار رہتی ہے بڑے بڑے درباروں کو خاطر میں نہیں لاتی اور بوریہ نشینوں کو سر پر بٹھاتی ہے، ایک آہ نیم شبی اور ایک دعائے سحری اس کی نظر میں ہزار سلطنتوں سے افضل ہے اور ہزار تاج و کلاہ سے بہتر ہے ؎

کہ بر دنبرد شاہان زمن گدا پیامے
کہ بگوشے خردشاں دو ہزار جسم بگلے

لیکن ان تمام اوصاف کے ساتھ وہ اس قدر غیور ہے کہ کسی دوسرے کا سایہ اور کسی دوسرے خیال کا شائبہ بھی اس کو گوارا نہیں، وہ صرف اس وقت دل میں آتی ہے جب اس کو ہر چیز سے خالی پاتی ہے، کسی خوشامد اور منت و سماجت یا تمنا اور حسرت کا اس پر اثر نہیں ہوتا وہ صرف یہ دیکھتی ہے کہ دل جلوہ گاہ ناز اس کے لیے بالکل خالی ہے یا نہیں مسند قلب اس کے لیے آراستہ ہے یا نہیں

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھوی
فصادف قلبا خالیا فتمکنا

اور جب آتی ہے تو اس طرح آتی ہے کہ دل کے دروازے ہر چیز کے لیے بند ہو جاتے ہیں اور غیر اللہ کا وسوسہ اور خیال اس کے دروازے تک بھی نہیں پہنچ پاتا اور اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو اتبعہ شہاب مبین کا جلوہ نظر آتا ہے اور الذین اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون کا ظہور ہوتا ہے۔

ہمارے لیے اس غیور و خوددار محبت کا پیام صرف یہ ہے کہ دع نفسک وتعال (اپنے نفس کو پیچھے چھوڑ دو اور میرے پاس آؤ) پہلے اپنے دیدہ عبرت سے دیکھو کہ تم نے اپنے "سرپردہ دل" میں کیسے کیسے ناپاک کتے اور سور، اور کیسے کیسے زہریلے سانپ اور بچھو پال لیے ہیں

تم نے اپنے سارے وجود اور اپنی زندگی بھر کی غلاظتیں اسی دل میں ڈال رکھی ہیں نجاست کی کون سی قسم ہے جس سے تم نے اپنے دل کو خالی چھوڑا ہے، معصیت اور غیر اللہ سے محبت کی کون سی آلودگی ہے جس سے تمہارا دل محفوظ ہے، ظلم کی وہ کون سی صنف ہے جو تم نے اس پر روا نہیں رکھی؟

تم نے اپنے دل میں سونے اور چاندی کے ڈھیر اور ہیرے اور جواہرات کے انبار لگائے اور بہت عقیدت کے ساتھ ان کی پرستش کرتے رہے تمہاری پیشانی زمین پر ہوتی تھی اور دل کسی اور چیز کو سجدہ کرتا تھا ؎

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی
تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا
تجھے کیا ملے گا نماز میں

تمہارے ہاتھ بظاہر خدا کے سامنے بندھے ہوتے تھے لیکن تمہارے تصور میں کسی اور دربار کا نقشہ ہوتا تھا، مسجد کی بوسیدہ چٹائی کو دیکھ کر ایرانی قالین اور جدید طرز کے صوفہ سیٹ کی یاد تمہارے دل میں چٹکیاں لیتی تھی۔

تم نے اپنے اقتدار کی ہوس اور حب جاہ میں کتنے حقوق کو پامال کیا، کتنے معصوم اور بے گناہ انسانوں کو اپنے راستے سے ہٹایا، خود اپنے کو کتنے فریب دیے اور اپنے بھائیوں کو کتنے دن اس فریب میں مبتلا رکھا، تم نے اپنے نفس کے کتنے مغالطوں کو حقیقت سمجھا اور اپنی آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے تم کو کسی ایسے مرحلہ میں لا کر چھوڑ دیا جہاں سے واپس ہونے کا راستہ تم کو معلوم نہیں اور کوئی حقیقی رہبر تمہارے ہمراہ نہیں۔

تم نے خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور

سینوں کے اسرار اور نگاہوں کی چوری کے راستہ سے اپنے نہاں خانہ دل کو کس کس طرح گندا کیا ہے اور اس میں کیسی کیسی نجس العین چیزوں کو سجا سجا کر خوش ہو رہے ہو۔

تم نے اپنے دل کو عجائب خانہ بنا رکھا ہے اور اس میں قسم قسم کے جانور پال رکھے ہیں، یہ جانور تمہارے اخلاق و اعمال کی زندہ تصویریں ہیں تمہاری طمع نے دل میں جا کر کتے کا روپ اختیار کر لیا ہے تمہارے ظلم نے بھیڑیے کی کھال اوڑھ لی ہے اور تمہاری ایذا پسندی نے سانپ اور بچھو کی شکل اختیار کر لی ہے غرض ان جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کی کون سی شکل اور شبیہ ہے جس کا تم نے اپنے دل کے عجائب گھر میں انتظام نہیں کیا ہے اور پابندی سے اس کو راتب نہیں پہنچاتے ہو۔

تم نے اس میں غلاظت کے ڈھیر لگائے ہیں اور مشک عنبر کے منتظر ہو، کانٹے بوئے ہیں اور پھولوں کی آس لگائے بیٹھے ہو، تم نے اپنے دل کے سارے دروازے مقفل کر دیے ہیں اور صرف ایک دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہے اور وہ ہے نفسانی خواہشات کی تسکین کا دروازہ، تم ہر دلفریب اور خوش منظر چیز پر اس طرح لپکتے ہو جیسے وہی تمہارا سب سے بڑا ارمان اور تمہاری سب سے آخری حسرت ہے لیکن یہ ارمان نکال لینے کے بعد دوسرے ارمان کے ساتھ تمہارا معاملہ اس سے بھی زیادہ بالہوسی اور بے چینی کا ہوتا ہے ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

پھر تم غور کرو کہ تم نے اپنی زندگی کی کتنی حسین و قیمتی ساعتیں اپنے مجازی خداؤں اور اپنے خود ساختہ آقاؤں کی نذر کی ہیں تم نے اپنے سوز و گداز اور ناز و نیاز، اور قربانی و ایثار کے کیسے کیسے عظیم جذبات ان مضحکہ خیز چیزوں پر ضائع کیے ہیں جن کو یاد کر کے آج شاید تم کو ہنسی بھی آتی ہوگی اور رونا بھی۔

تم نے اپنے دل کے لیے کتنے بت تراشے اور توڑے، کتنے محبوب پسند کیے اور چھوڑے، کن کن چیزوں کے لیے آنسو بہائے، کن آرزوؤں اور تمناؤں میں اپنی

ساری عمر گنوائی، کن ٹھیکروں اور چیتھڑوں کے لیے تم نے بے تکلف نذرانہ دل پیش کیا، کن دنیّ اور حقیر لذتوں کے لیے تم نے اپنا سارا اثاثہ داؤں پر لگا دیا۔ تم نے اپنے نفس کی ادنیٰ خواہش اور طفلانہ تحریک پر کیسی کیسی آنے والی نعمتوں اور سرفرازیوں کو ٹھکرا دیا۔

یک لحظہ غافل بودہ ام صد سالہ راہم دور شد

تم نے ہر آواز پر لبیک کہا، ہر نسخہ کو آزمایا، ہر عطار اور نیم حکیم کی بات مان لی، نفس کے ہر اشارہ کی تکمیل اپنا مقدس فرض سمجھا اور اس کے لیے اپنے عزیز اوقات بے دریغ صرف کیے، اپنا قیمتی روپیہ پانی کی طرح بہایا، اپنی قوت فیاضی سے خرچ کی۔ اپنی ہر مخفی صلاحیت کا دل کھول کر استعمال کیا تو پھر کیا خدا کی خوشنودی رضائے الٰہی اور اس بارگاہ عالی کے پروانہ راہداری کو تم نے اتنا گرا پڑا سمجھ لیا ہے کہ اس کے لیے تمھیں کسی محنت اور طلب کی ضرورت نہیں؟ لیکن خدا کا فیصلہ اس کے برعکس ہے، خدا کی محبت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے تمھیں اپنے کعبہ دل کو ان تمام بتوں سے صاف کرنا ہوگا، تمھیں دل پر پتھر رکھنے ہوں گے، نفس کے گلے پر چھری پھیرنی ہوگی اور قدم قدم پر اپنی مخالفت کرنی پڑے گی اس کی ہر ترغیب اور دعوت کو اپنے قدموں سے روندنے کی طاقت پیدا کرنی ہوگی۔ اور ہنسی خوشی یا رو رو کر ان محبوب چیزوں کا فراق گوارا کرنا ہوگا۔ جو زندگی بھر ہمارے ساتھ رہیں۔

اگر تمہیں محبت حق کی تمنا ہے تو اس کا راستہ صرف یہی ہے اور جنون کی شوریدہ سری اور سچی طلب کی بے تابی اور برق دشی اسی راہ کی سب سے پہلی شرط اور اس "دیوان عشق" کا سب سے پہلا سبق ہے در رہ عشق۔

شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلهم فلیعلمن الله الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین۔

سلام کی تاکید

حضرت ابو یوسف عبد اللہ ابن سلام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے "اے لوگو! سلام کو رائج کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور نماز ایسے وقت پڑھو جب کہ لوگ سو رہے ہوں (یعنی تہجد میں) تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوگے۔ (ترمذی)

سلام میں سبقت کی فضیلت

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ سے زیادہ قریب ہے جو سلام کی ابتدا کرتا ہے۔ (ترمذی)

قدرت نے ذائقہ دیا
طہورا سوئیٹس نے محفوظ کیا
اسپیشل افلاطون، نان خطائیاں
ڈرائی فروٹ برفی، انجیر برفی
ملائی کھاجہ، گلاب جامن
قسم قسم کے لڈو
اور مختلف اقسام کی ذائقہ دار
مٹھائیاں
طہورا سوئیٹس
۳۵/۲۲۵ - بلاسس روڈ
ناگپاڑہ جنکشن بمبئی ۴۰۰۰۰۸
فون: ۳۰۸۲۷۶۳ ● ۳۰۹۱۳۱۸
مٹھائیوں کا اعلیٰ معیار ● طہورا سوئیٹس کا طرۂ امتیاز

جھوٹ اور اس کی مروجہ شکلیں

مفتی محمد تقی عثمانی

جھوٹا کیریکٹر سرٹیفکیٹ

آج کل اس کا عام رواج ہو گیا ہے اچھے خاصے دین دار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس میں مبتلا ہیں کہ جھوٹے سرٹیفکیٹ حاصل کرتے ہیں یا دوسروں کے لیے جھوٹے سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں مثلاً اگر کسی کو کیریکٹر کی ضرورت پیش آ گئی، اب وہ کسی کے پاس گیا اور اس سے کیریکٹر سرٹیفکیٹ حاصل کر لیا جاری کرنے والے نے اس کے اندر یہ لکھ دیا کہ میں ان کو پانچ سال سے جانتا ہوں، یہ بڑے اچھے آدمی ہیں ان کا اخلاق و کردار بہت اچھا ہے کسی کے حاشیہ خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ ہم یہ ناجائز کام کر رہے ہیں بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نیک کام کر رہے ہیں اس لیے کہ یہ ضرورت مند تھا ہم نے اس کی ضرورت پوری کر دی، اس کا کام کر دیا یہ تو باعث ثواب کام ہے حالانکہ اگر آپ اس کے کیریکٹر سے واقف نہیں ہیں تو آپ کے لیے ایسا سرٹیفکیٹ جاری کرنا ناجائز ہے چنانچہ وہ سمجھتے ہیں کہ میں ایک ثواب کا کام کر رہا ہوں اور کسی ایسے شخص سے کیریکٹر سرٹیفکیٹ حاصل کرنا جو آپ کو نہیں جانتا یہ بھی ناجائز ہے گویا کہ سرٹیفکیٹ لینے والا بھی گناہگار ہوگا اور دینے والا بھی گناہگار ہوگا۔

کیریکٹر معلوم کرنے کے دو طریقے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص نے کسی تیسرے شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت! وہ تو بڑا اچھا آدمی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ فلاں شخص بڑے اچھے اخلاق اور کردار کا آدمی ہے، اچھا یہ بتاؤ کہ کیا کبھی تمہارا اس کے ساتھ لین دین کا معاملہ پیش آیا؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں لین دین کا معاملہ تو کبھی پیش نہیں آیا پھر آپ نے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا کبھی تم نے اس کے ساتھ سفر کیا؟ اس نے کہا نہیں، میں نے کبھی اس کے ساتھ سفر تو نہیں کیا، آپ نے فرمایا پھر تمھیں کیا معلوم کہ وہ اخلاق و کردار کے اعتبار سے کیسا آدمی ہے اس لیے کہ اخلاق و کردار کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان اس کے ساتھ لین دین کرے اور اس میں وہ کھرا ثابت ہو تب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کردار اچھا ہے اور اس کا اخلاق معلوم کرنے کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ سفر کرے اس لیے کہ سفر کے اندر انسان اچھی طرح کھل کر سامنے آ جاتا ہے اس کے اخلاق، اس کا کردار، اس کے حالات، اس کے جذبات، اس کے خیالات یہ ساری چیزیں سفر میں ظاہر ہو جاتی ہیں لہٰذا اگر تم نے اس کے ساتھ کوئی لین دین کا معاملہ کیا ہوتا یا اس کے ساتھ سفر کیا ہوتا تب تو بیشک یہ کہنا درست ہوتا کہ وہ اچھا آدمی ہے لیکن جب تم نے اس کے ساتھ نہ تو معاملہ کیا، نہ اس کے ساتھ سفر کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کو جانتے نہیں ہو اور جب تم جانتے نہیں تو پھر خاموش رہو، نہ برا کہو اور نہ اچھا کہو اور اگر کوئی شخص اس کے بارے میں پوچھے تو تم اس حد تک بتا دو جتنا

تمہیں معلوم ہے، مثلاً یہ کہدو کہ بھائی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے تو میں نے دیکھا ہے باقی آگے کے حالات مجھے معلوم نہیں۔

سرٹیفکیٹ ایک گواہی ہے

قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ: اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ

(سورۃ الزخرف: ۸۶)

یاد رکھیے، یہ سرٹیفکیٹ اور یہ تصدیق نامہ شرعاً ایک گواہی ہے اور جو شخص اس سرٹیفکیٹ پر دستخط کر رہا ہے وہ حقیقت میں گواہی دے رہا ہے اور اس آیت کی رو سے گواہی دینا اس وقت جائز ہے جب آدمی کو اس بات کا علم ہو اور یقین سے جانتا ہو کہ یہ واقعی میں ایسا ہے تب انسان گواہی دے سکتا ہے اس کے بغیر انسان گواہی نہیں دے سکتا آج کل ہوتا یہ ہے کہ آپ کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں، لیکن آپ نے کیریکٹر سرٹیفکیٹ جاری کر دیا تو یہ جھوٹی گواہی کا گناہ ہوا اور جھوٹی گواہی اتنی بری چیز ہے کہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔

جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے:

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے صحابہ کرام سے فرمایا کہ کیا میں تم کو بتاؤں کہ بڑے بڑے گناہ کون کون سے ہیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ضرور بتائیے، آپ نے فرمایا کہ بڑے گناہ یہ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔

اس وقت تک آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، اور پھر فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینا اور اس جملہ کو تین مرتبہ دہرایا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الکبائر حدیث ۱۴۳)

اب آپ اسی سے اس کی شناعت کا اندازہ لگائیں کہ ایک طرف تو آپ نے اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا، دوسرے یہ کہ اس کو تین مرتبہ ان الفاظ کو اس طرح دہرایا کہ پہلے آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے پھر اس کے بیان کے وقت سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، اور خود قرآن کریم نے بھی اس کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

(سورۃ الحج: ۳)

یعنی تم بت پرستی کی گندگی سے بھی بچو اور جھوٹی بات سے بچو اس لیے معلوم ہوا کہ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کتنی خطرناک چیز ہے۔

سرٹیفکیٹ جاری کرنے والا:۔ جھوٹی گواہی دینا جھوٹ بولنے سے بھی زیادہ شنیع اور خطرناک ہے اس لیے کہ اس میں کئی گناہ مل جاتے ہیں مثلاً ایک جھوٹ بولنے کا گناہ اور دوسرا دوسرے شخص کو گمراہ کرنے کا گناہ، اس لیے کہ جب آپ نے غلط سرٹیفکیٹ جاری کر کے جھوٹی گواہی دی، اور وہ یہ سمجھے گا کہ یہ آدمی بڑا اچھا ہے اور اچھا سمجھ کر اس سے کوئی معاملہ کرے گا اور اگر اس معاملہ کرنے کے نتیجے میں اس کو کوئی نقصان پہنچا تو اس نقصان کی ذمہ داری بھی آپ پر ہی ہو گی یا آپ نے عدالت میں جھوٹی گواہی دی اور اس گواہی کی بنیاد پر فیصلہ ہو گیا تو اس فیصلے کے نتیجے میں جو کچھ کسی کا نقصان ہوا وہ سب آپ کی گردن پر ہو گا اس لیے یہ جھوٹی گواہی کا گناہ نہیں ہے بڑا سخت گناہ ہے۔

عدالت میں جھوٹ

آج کل تو جھوٹ کا ایسا بازار گرم ہے کہ کوئی شخص دوسری جگہ جھوٹ بولے یا نہ بولے لیکن عدالت میں ضرور جھوٹ بولے گا۔ بعض لوگوں کو یہاں تک کہتے سنا کہ "میاں سچی سچی بات کہدو کہ عدالت میں تھوڑی کھڑے ہو"؟

مطلب یہ ہے کہ جھوٹ بولنے کی جگہ تو عدالت ہے وہاں پر جا کر جھوٹ بولنا یہاں آپس میں جب بات چیت

ہو رہی ہے تو سچی سچی بات بتا دو، حالانکہ عدالت میں جا کر جھوٹی گواہی دینے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے برابر قرار دیا ہے اور یہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔

بعض مدرسہ والے طلبہ کو جھوٹا سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں جب کہ طالب علم ان کے مدرسے میں نہیں پڑھا اور کبھی طالب علم کی صلاحیت سے زیادہ کا سرٹیفکیٹ بھی دیتے ہیں حتیٰ کہ جھوٹی سند بھی دے دیتے ہیں یہ سب ناجائز ہے۔

بہت سے لوگ مدرسوں کی تصدیق کرانے کے لیے آتے ہیں جس میں اس بات کی تصدیق کرنی ہوتی ہے کہ یہ مدرسہ قائم ہے اس میں اتنی تعلیم ہوتی ہے اور اس تصدیق کا مطلب یہ ہوتا ہے تاکہ لوگوں کو اطمینان ہو جائے کہ واقعتاً یہ مدرسہ قائم ہے اور امداد کا مستحق ہے اور اب ان مدرسوں کی تصدیق لکھنے کو دل بھی چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ کو دیکھا کہ جب کبھی کوئی شخص ان کے پاس مدرسہ کی تصدیق لکھوانے کے لیے آتا تھا تو آپ یہ عذر فرماتے ہوئے کہتے کہ بھائی! یہ ایک گواہی ہے اور جب تک مجھے مدرسہ کے حالات کا علم نہ ہو اس وقت تک میں یہ تصدیق نامہ جاری نہیں کر سکتا اس لیے کہ جھوٹی گواہی ہو جائے گی۔" البتہ اگر کسی مدرسہ کے بارے میں علم ہوتا تو جتنا علم ہوتا اتنا لکھدیتے۔

کتاب کی تقریظ لکھنا گواہی ہے

بہت سے لوگ کتابوں پر تقریظ لکھوانے آجاتے ہیں کہ ہم نے یہ کتاب لکھی ہے آپ اس پر تقریظ لکھ دیجئے کہ یہ اچھی کتاب ہے اور صحیح کتاب ہے حالانکہ جب تک انسان اس کتاب کو پورا نہ پڑھے اس کا مطالعہ نہ کرے اس وقت تک یہ کیسے گواہی دے دے کہ یہ کتاب صحیح ہے یا غلط ہے بہت سے لوگ اس خیال سے تقریظ لکھ دیتے ہیں کہ اس تقریظ سے اس کا فائدہ اور بھلا ہو جائے گا حالانکہ تقریظ لکھنا ایک گواہی ہے اور اس گواہی کو لوگوں نے غلط بیانی سے خارج کر دیا ہے۔ چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہم تو ایک ذرا سا کام لے کر ان کے پاس گئے تھے اگر ذرا سا قلم ہلا دیتے اور ایک سرٹیفکیٹ لکھدیتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا یہ تو بڑے بد اخلاق آدمی ہیں کہ کسی کو سرٹیفکیٹ بھی جاری نہیں کرتے بھائی بات در اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ایک لفظ کے بارے میں سوال ہو گا جو لفظ زبان سے نکل رہا ہے جو لفظ قلم سے لکھا جا رہا ہے سب اللہ تعالیٰ کے یہاں ریکارڈ ہو رہا ہے اور اس کے بارے میں سوال ہو گا کہ فلاں لفظ تم نے جو زبان سے نکالا تھا وہ کس بنیاد پر نکالا تھا، جان بوجھ کر بولا تھا یا بھول کر بولا تھا۔

جھوٹ سے بچیے

آج ہمارے معاشرے میں جو جھوٹ کی وبا پھیل گئی ہے اس میں اچھے خاصے دیندار پڑھے لکھے، نمازی بزرگوں سے تعلق رکھنے والے، وظائف اور تسبیح پڑھنے والے بھی مبتلا ہیں وہ بھی اس کو ناجائز اور برا نہیں سمجھتے کہ یہ جھوٹا سرٹیفکیٹ جاری ہو جائے گا۔ تو یہ کوئی گناہ ہو گا، حالانکہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ "اذا حدث کذب" اس میں یہ سب باتیں بھی داخل ہیں اور یہ سب دین کا حصہ ہیں اور ان کو دین سے خارج سمجھنا بدترین گمراہی ہے، اس لیے ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

جھوٹ کی اجازت کے مواقع

البتہ بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کی بھی اجازت دے دی ہے لیکن وہ مواقع ایسے ہیں کہ جہاں انسان اپنی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جائے اور بچنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہو، کسی ناقابل برداشت ظلم اور تکلیف کا اندیشہ ہو کہ اگر وہ جھوٹ نہیں بولے گا تو

قیامت کی نشانیاں

مولانا محمد ابراہیم دہلوی

یا ایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم

دیکھا گیا ہے کہ زمانہ کی موجودہ جنگ (یہ پہلی جنگ عظیم کا زمانہ ہے) ہر شخص متلاشی اس امر کا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا وقت کون سا ہے۔ یہی جنگ موجودہ ان کے ظہور کی نشانی ہے یا کوئی اور، قسطنطنیہ کے فتح ہونے سے کون سی فتح مراد ہے۔ مہدی کے ظہور کے وقت بیت المقدس کس کے قبضہ میں ہوگا حضرت مہدی دنیا میں ظاہر ہو کر کس بادشاہ اور کس قوم سے لڑیں گے۔ سوائے موجودہ جنگ کے اور بھی کوئی علامت حضرت مہدی کے ظہور کی ہے اس موجودہ جنگ کی طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اشارہ یا پیشین گوئی ہے۔ حضرت مہدی کے ظہور کی تاریخ اور سن کا بھی کوئی علم دیا گیا ہے۔ حضرت مہدی کہاں ظاہر ہوں گے اگر آپ مکہ معظمہ میں ظاہر ہوں گے، بیت المقدس اور شام میں لڑائیاں لڑیں گے تو ہندوستان کا کیا حشر ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ حضرات اس عاجز نے حتی الوسع ان معمات کو واضح طور سے حل کر دیا ہے اور ہر چیز کا ثبوت قرآن مجید یا حدیث شریف یا کسی معتبر کتاب تاریخ سے دیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ بخاری اور مسلم میں ہے:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے پھر ایسا بیان کیا کہ اس وقت سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کا بیان فرما دیا۔ کسی نے یاد رکھا کوئی بھول گیا۔ اس مبارک حدیث سے ثابت ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر زبردست واقعہ کو جو قیامت تک ہوگا ضرور بیان کر دیا۔ مگر حافظے کے قصور سے شاید بعض بعض مضامین ہم تک پہنچنے سے رہ گئے ہوں لیکن اکثر باتیں ضرور ہم تک پہنچیں جن کا مختلف روایتوں اور مختلف کتابوں کے ذریعہ ہم کو علم ہوا۔

قیامت کی علامات صغریٰ کا بیان

ترمذی شریف میں فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ حکام وقت مال غنیمت کو دولت سمجھ کر لڑنے والوں سے چھین کر اپنے خزانے میں داخل کریں سپاہیوں کو محروم رکھیں اور امانت کے مال کو مباح جان کر خیانت کریں اور زکوٰۃ دینے کو خدائی تاوان کہیں اور مسجدوں میں بلند آواز سے باتیں کریں۔ اور سردار قوم یعنی چودھری برادری کے فاسق لوگ مقرر ہوں اور متولی و منتظم قوم کے رذیل ہوں۔

نوٹ: جیسا کہ اس زمانے میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ قوم کے چودھری کیسے فاسق خلاف شرع لوگ ہیں متولی اور منتظم اوقاف کے کیسے رذیل اور جاہل ہیں۔ ممبران ہر جگہ اور ہر مقام کے کیسے نالائق ہیں۔ گانے والی عورتوں کی کثرت گانے بجانے کے باجے بکثرت شراب خوری کی شدت۔ ریشم پہننے کی مردوں کو عادت ہو جائے تب انتظار کرو سرخ آندھی کا اور زلزلوں کا۔ زمین میں دھنس جانے صورتیں بدل جانے آسمان سے پتھر برسنے کا۔

یہ چھوٹی علامتیں وہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے دو سو برس کے بعد ہی سب موجود ہو چکی تھیں اور جو کچھ خدا کے رسول مخبر صادق علیہ السلام نے ان جرائم پر سزا کا ذکر فرمایا تھا وہ بلائیں بھی سب نازل ہو چکیں جن کو ہم بیان کرتے ہیں۔

سن ۸۲۶ میں اشرف بر سیائی کے زمانہ میں سرخ رنگ کی آندھی آئی۔ سورج غروب ہونے سے پہلے سارا مطلع سرخ ہوا۔ گمان ہوتا تھا کہ شاید آسمان پر کہیں آگ لگ گئی ہے، تمام گھر مٹی سے بھر گئے، لوگ چلانے اور غل مچانے لگے یہ ہوا ایک رات دوسرے دن کی عصر تک چلتی رہی پھر خدا نے اپنا فضل کیا اور زور سے بارش ہوئی۔

سن ۲۸۰ بعہد خلافت معتضد دنیا میں آندھی تین رات تین دن تک رہی اس کے بعد بھونچال آیا۔ اکثر حصہ شہر کا غارت ہوا ۲۸۵ میں اسی خلیفہ کے عہد حکومت میں بصرہ میں آندھی سبز رنگ کی آئی اس کے بعد سیاہ ہو گئی دو روز تک یہ آندھی رہی۔ ۲۴۲ میں زمانہ خلافت متوکل عباسی میں ایک سخت آندھی نہایت گرم آئی جس کی مثل آج تک کہیں نہیں آئی تھی، پچاس دن تک برابر چلتی رہی۔ سارے باغات اور کھیت لوگوں کو ضائع کیا اسی طرح اور نقصان بھی ہوئے جن کا ذکر مختلف تواریخ میں مذکور ہے۔

دوسری سزا زلزلے کا آنا سن ۲۴۲ بزمانہ متوکل ایک ہولناک زلزلہ دمشق میں آیا جس سے گھر کے گھر گر گئے، ایک جہان دب کر مر گیا۔ یہ زلزلہ دمشق سے انطاکیہ تک پہنچا اور اس کو ڈھا دیا۔ جزیرہ تک اس کو چلا ڈالا موصل میں پچاس ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ سن ۲۴۲ میں تونس رے خراسان نیشا پور طبرستان اور اصفہان میں ایک بڑا زلزلہ آیا جس کے سبب پہاڑ ٹوٹ کر زمین پر گرے زمین پھٹ گئی۔ پہاڑوں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ سن ۵۴۴ میں متواتر زلزلے آئے شہر کے شہر ویران ہو گئے، قلعے ٹوٹ گئے، مکانات گر گئے، اس زلزلے کے صدمہ سے مختلف مقامات میں ایک کروڑ ایک لاکھ آدمی ضائع ہوئے۔ اسی طرح اور بے شمار بڑے بڑے خوفناک مہلک زلزلے دنیا میں آئے ہیں۔

تیسری سزا، خسف یعنی زمین کا دھنس جانا زمانہ خلافت سلیمان عبدالملک میں ابن ہبیرہ کا خط آیا کہ بخارا میں صبح کے وقت ایک کڑک آسمان کی جانب معلوم ہوئی جس کے صدمہ سے عورتوں کے حمل ساقط ہو گئے پھر آسمان میں ایک دراڑ سی نظر آئی۔ پھر بڑے بڑے قد و قامت کے لوگ آسمان سے اترتے نظر آئے جن کے سر آسمان پر اور پیر زمین پر تھے پھر ایک آواز آئی اے زمین والو عبرت پکڑو، دیکھو یہ صفوائیل فرشتہ ہے جب اس نے خدا کی نافرمانی کی عذاب میں مبتلا ہوا جب دوسرا دن ہوا لوگ اس جگہ گئے، دیکھا کہ بہت بڑا خسف واقع ہوا جس کی تھاہ نہیں ملتی اور اس میں سے سیاہ دھواں نکلتا ہے سن ۳۰۸ میں تیرہ گاؤں مغرب میں دھنس گئے، سن ۳۴۶ مطیع باللہ کے عہد خلافت میں بڑے بڑے زلزلے آئے بلدہ طالقان زمین میں دھنس گیا۔ سوائے تیس آدمیوں کے کوئی نہ بچا۔ ڈیڑھ سو گاؤں رے کے زمین اتر گئے، یہ زلزلہ ملوان تک پہنچا وہاں بھی خسف ہوا مردوں کی ہڈیاں باہر نکل آئیں پانی کے چشمے بہنے لگے۔

رے میں ایک پہاڑ بہت بڑا اور ایک گاؤں زمین و آسمان کے بیچ میں دوپہر تک معلق رہ کر زمین پر گر کر زمین میں دھنس گیا وہاں سے دھواں نکلا اور بدبودار پانی جاری ہوا۔

چوتھی سزا "مسخ" عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخشی الذی یرفع رأسہ قبل الامام یحول اللہ رأسہ رأس حمار متفق علیہ۔ مسخ (یعنی صورتیں بدلنا)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

جو لوگ نماز جماعت میں امام سے پہلے اپنا سر رکوع یا سجدہ وغیرہ سے اٹھاتے ہیں وہ خوف کریں کہ کہیں ان کے سر گدھوں کے سر نہ ہو جائیں۔ ایک محدث دمشقی نے اس حدیث میں کچھ تامل کیا فوراً ان کا منھ گدھے کا منھ ہو گیا وہ بیچارے ہر وقت منہ پر نقاب ڈالے رکھتے تھے (زواجر) ایک شخص حلب میں شیخین پر تبرا کیا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ مر گیا اس کی قبر کھول کر دیکھی تو دیکھا کہ اس کا سور کا منہ ہے لے قبر سے نکال کر جلا دیا۔

مواہب لدنیہ میں ہے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں عاشورہ کے دن جمع ہو کر صحابہ کی شان میں گستاخی کرتے تھے کہ ایک سائل آیا اور کہتا ہے کہ وہ کون ہے جو مجھ کو حضرت صدیق اکبرؓ کے ایصال ثواب کے لیے روٹی کھلائے۔ ان میں سے ایک شخص سائل کو پکڑ کر لے گیا اور اپنے گھر لے جا کر اس کی زبان کاٹ کر اس کے ہاتھ پر رکھ کر گھر سے نکال دیا اور یہ کہا کہ یہ لقمہ محبت ابی بکر کا ہے۔ یہ بیچارہ رات کو حرم مدینہ منورہ میں آیا، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کر کے وہیں پڑ رہا۔ خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابی بکرؓ کے مزار سے باہر تشریف لائے اور سائل کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد کیا کہ اے ابی بکر اس کی زبان تیری محبت میں کاٹی گئی، جاؤ، زبان درست کر دو۔ حضرت ابو بکرؓ آئے اس کی زبان جگہ پر لگا کر درست کر گئے۔ سائل کہتا ہے کہ میری زبان پہلے سے بھی اچھی ہو گئی۔ یہ شخص اپنے وطن چلا گیا۔ دوسرے سال پھر مدینہ آیا پھر وہی سوال کیا تو ایک جوان اس کو اپنے گھر لے گیا عمدہ عمدہ کھانے کھلائے، اور نذرانہ دے کر رخصت کرنے لگا۔ یہ سائل حیران تھا کہ سال گزشتہ اسی گھر میں میری زبان کاٹی گئی تھی آج میرا یہ اکرام کیا گیا۔ مالک خانہ نے سائل سے کہا کہ گزشتہ سال جس نے تیری زبان کاٹی تھی وہ میرا باپ تھا خدا نے اس کے کیے کی اس کو سزا دی۔ لے دیکھ لے اس کو خدا نے بندر کی صورت کر دیا۔ سر اٹھا کر دیکھا تو ایک بندر رسی سے بندھا نظر آیا کہا یہ میرا باپ ہے تم اس کا راز کسی سے نہ کہنا۔

تاریخ الخلفاء للسیوطی سن ۸۲ء زمانۂ خلافت متوکل عباسی میں ایک خط حلب سے آیا ایک شخص امام سے جب کہ وہ نماز پڑھاتا تو شخص مذکور بے جا مذاق کرتا اس کے عوض میں اس کا منہ سور کا ہو گیا۔ وہ سور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ حلب میں اس واقعہ کا محضر تیار کر کے رکھا گیا۔

پانچویں سزا حدیث ترمذی ہے پتھر برسنے کی۔ سن ۲۸۵ میں سفید اور کالے پتھر بصرے کے ایک گاؤں پر برسے۔ سن ۲۴۶ میں قریہ سوید پر پتھراؤ آسمان سے ہوا۔ ہر پتھر پانچ سیر وزنی تھا۔ سن ۱۴۷ میں ایک خط حماۃ سے مصر آیا اس میں لکھا تھا ان دنوں قصبہ بارین مضافات حماۃ میں اولے بہ شکل حیوانات مختلف آسمان سے برسے جن کی شکلیں سانپ، بچھوؤں کی سی تھیں، اس واقعہ کا محضر قاضی ناحیہ کے سامنے لکھا گیا۔ پھر قاضی حماۃ نے اس کی تصدیق کی۔

چھٹی سزا: اور نشانیاں پے در پے ہوں گی یعنی قحط سالی، ناگہانی موت، عجائب غرائب، عبرتناک واقعات کا ہونا یہ بھی پورا ہوا۔ آدمی کو آدمی کھا گیا ایک روٹی پچاس دینار کی ملتی تھی۔ بلکہ تین سو دینار کی بکتی تھی۔ سن ۴۴۵ میں بعہد مقتفی یمن میں ایسا پانی برسا جو بالکل خون تھا، زمین پر خون کا چھڑکاؤ ہو گیا۔ سن ۲۴۲ میں زمانہ حکومت متوکل عباسی میں ایک چڑیا ماہ رمضان میں پہاڑ پر بولتی نظر آئی ——

یا معاشر الناس اتقوا اللہ یا سد اللہ

چالیس روز آوازیں کر کے اڑ گئی پھر دوسرے دن آئی پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ بہت سے آدمیوں نے اس کو سنا (اقتراب)۔

ایک علامت صغریٰ قیامت کی یہ ہے جو ابن عباس نے ابن مردویہ سے نقل کی ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کرنا امیروں، بادشاہوں، رئیسوں کی سیر و سیاحت کے لیے ہو اغنیاء کا تجارت کے لیے مساکین کا بھیک مانگنے کے لیے عالموں صوفیوں کا ریاکاری کے لیے اور حاجی کہلانے کے واسطے تب اس وقت ایک مادہ (نباتہ دار نکلے گا)

نوٹ: اب کے سال یعنی ۱۴۰۸ھ میں کس قدر حاجی مکہ معظمہ سے سونا خرید کر لائے اس تجارت سے کس قدر منافع حاصل کیا اور اس نفع کی لالچ سے پھر دوبارہ جانے کا عزم رکھتے ہیں نہ کہ اللہ کے لیے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ فرمودہ پیشن گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہوئی۔ دم والا تارہ کئی بار نکل چکا ہے۔ سن ۱۰۷۵ھ جمادی الآخر میں ایک مہینہ تک نکلتا رہا۔ اس کی چال چاند کی چال سے زیادہ تیز تھی۔ اسی طرح کئی بار یہ تارا نکلا چنانچہ سن ۱۸۵۷ء دہلی کے غدر کے زمانہ میں نکلا تھا۔ جو عرصہ تک نکلتا رہا۔

ایک علامت قیامت کی یہ ہے کہ چاند کا بڑا ہو کر نکلنا یعنی جب انتیس یا تیس تاریخ کو چاند نظر آئے تو دیکھنے والے کہیں کہ یہ چاند بڑا ہے آج کا نہیں ہے کل کا ہے یا پرسوں کا اور اس کے باعث باہم اختلافات پیدا ہو جائے۔

نوٹ: یہ علامت بہت عرصہ سے موجود ہے ہر مہینہ چاند کی شکل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیس کا نہیں ہے بلکہ کل انتیس کا آج کا نہیں کل کا ہے پھر اس میں اختلاف ہوتا ہے اس کو طبرانی نے ابن مسعود اور انس سے روایت کیا ہے۔ اقتراب۔

ایک علامت صغریٰ یہ ہے کہ مسجد کی محرابیں آراستہ کی جائیں اور دل ویران ہوں۔

نوٹ: جیسے اس زمانہ کے لوگ مسجد کی محرابوں میں شیشوں کے پھول اور دوسری رنگین چیزیں لگا کر خوش ہوتے ہیں اور اس کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔ ایک کو دیکھ کر دوسرا رنگ پکڑتا ہے۔

ایک علامت قیامت کی یہ ہے جس کو طبرانی و ابن عساکر نے روایت کیا ہے دنیا کی ویرانی آباد اور آبادی ویران ہو۔

نوٹ: یعنی آباد شہر ویران کیے جائیں اور ویران جنگل میں شہر آباد کیے جائیں جس طرح قاہرہ اجڑ کر مصر آباد ہوا پھر قدیم اجڑ کر مصر جدید آباد ہوا کوفہ اجڑ کر نجف بسا پرانی دہلی اجڑ کر شاہ جہاں باد نئی دہلی بسی، پرانا بھوپال اجڑ کر نیا بھوپال بسا دہلی کی چھاؤنی اجڑ کر پالم کا جنگل آباد ہوا۔ مقامات دہلی سے بہت سے گاؤں اجاڑ کر جارج آباد تعمیر ہوا۔ قرول باغ بسایا گیا۔ شہر دہلی اپنی خیریت خدا سے مانگتی رہتی ہے دیکھیے اجڑتی ہے یا آباد رہتی ہے۔ دوسری علامتیں ویرانی کی اور بربادگی مرگ مفاجات جیسے طاعون نے بار بار حملہ کر کے کروڑہا مخلوق کو ہلاک کیا۔ سن ۳۴۶ میں عراق میں مرگ مفاجات بہت ہوا چنانچہ قاضی شہر کپڑے پہن کر دربار میں جاتے تھے پاؤں میں ایک موزہ پہنتے پہنتے مر گئے کوئی نماز پڑھتے ہوئے کوئی کھانا کھاتے ہوئے مر گیا کوئی بازار جاتے جاتے راستہ میں مرا کوئی جامع مسجد میں کوئی حمام میں نہاتے ہوئے مر گیا۔ زلزلہ وبائی نے کیا کچھ صاف نہ کیا۔ ہزارہا مخلوق بے کفن دفن ہوئی بہت سے جنگلوں میں مرے مردار خوار جانوروں نے ان کا گوشت کھایا اس قسم کے واقعات صدہا ہوئے۔

ناظرین طوالت کی وجہ سے علامات صغریٰ بطور اختصار بیان کی گئیں۔

قیامت کی متوسط علامتوں کا بیان

آخر زمانہ میں عابدوں کا جاہل ہونا عالموں کا فاسق ہونا فحش افعال کا بکثرت ہونا گالیاں بہت بکنا قرابت داروں سے قطع تعلق کرنا دیانت دار لوگوں کو خائن سمجھنا اور خائن لوگوں کو امانت دار جاننا (ابونعیم والحاکم۔ عن انس الطبرانی اقتراب)

بارش کی کثرت پیداوار کی قلت قرآن شریف پڑھنے والوں کی کمی مسئلہ جاننے والوں کی زیادتی ہو گی (الطبرانی عن عبد الرحمن اقتراب۔ (نوٹ) جیسے آج کل جاہل سے جاہل شخص مسئلہ بتانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے مر جانا صلحا کا باقی رہنا نکمے لوگوں کا،

جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا تصور کرنا۔ (بخاری عن مرداس طبرانی)

ایماندار آدمی کا اپنے کنبہ میں بھیڑ کے بچہ سے بھی زیادہ ذلیل ہونا۔ مرد مرد پر اور عورت عورت پر کفایت کرے۔ نکاح کرنے کی ضرورت نہ سمجھے، یعنی مردوں میں کثرت سے اغلام کا ہونا اور عورتوں میں چپٹی کا۔ خاص خاص لوگوں سے سلام علیک کرنا اور عام طور سے مسلمانوں میں سلام کا ترک ہونا، خوش نویسی کا زیادہ چرچا ہونا، علم دین کا چرچا کم ہو جانا، جھوٹے گواہوں کا ظاہر ہونا، سچے گواہوں کا چھپ رہنا، شراب کا نام ماء اللحم رکھنا، سود کو منافع، رشوت کو ہدیہ، نذرانہ کہنا اور زکوٰۃ کو مزدوری میں دینا۔

نوٹ: جیسا کہ اکثر لوگ زکوٰۃ نوکروں کو یا بعض مدرسے ہیں مال زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہیں دیتے ہیں۔ علم دین کو دنیا تحصیل کرنے کے لیے پڑھنا، مرد کا بیبیوں کی اطاعت کرنا اور ماں کی نافرمانی کرنا، یاروں سے محبت اور اخلاق اور باپ سے بد اخلاقی و عداوت رکھنا، یار کو محبت سے پاس بٹھانا، باپ کے پاس آنے سے نفرت کرنا، مسجدوں میں شور و غل مچانا، آواز سے بولنا، مسجدوں میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنا، افسری اور سرداری کا رذیلوں، ذلیلوں، جاہلوں کو ملنا۔ لوگوں کا اس کی سرداری کے خوف سے اس کی عزت کرنا (ترمذی شریف)

اگلے زمانے کے بزرگوں اور نیکوں کو پچھلے جاہلوں کا برا کہنا، مردوں کو ریشمی کپڑے کا بکثرت پہننا، تجارت اور مال کا بہت ہونا، مالداروں کی تعظیم کرنا، نوعمر لڑکوں کا امیر کبیر اور مالدار ہونا، بادشاہ کا ظالم ہونا، کم تولنا، کم ناپنا اکثر دکانداروں کا شیوہ ہونا (الحاکم)، بھوکے ننگے لچے، محتاج اور چرواہوں کا بڑے بڑے محل اور مکانات کا تعمیر کرنا۔ (بخاری مسلم)

مسجد میں امامت کے لیے کسی کا لائق و قابل امامت کا نہ ہونا۔ ایک شخص دوسرے سے کہے گا کہ تم نماز پڑھاؤ، دوسرا تیسرے سے کہے گا تم پڑھاؤ، اسی طرح امامت پھکتی پھرے گی بڑی مشکل سے کوئی امام میسر ہوگا۔ (ابو داؤد)

نوٹ: جیسے آج کل یہ خرابی دنا لائقی موجود ہے ایک شخص نماز پڑھانے کے قابل نہیں ہوتا اور اپنی جہالت کی وجہ سے امام ہونے سے ڈرتا ہے علم چھوٹے لوگوں سے سیکھا جائے بڑے علماء کو کوئی نہ پوچھے گا علماء امیروں کی طرف جھکیں گے ان کے لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کریں گے۔ اور ان کی مرضی کے موافق فتویٰ دیں گے۔ (دیلمی) قرآن مجید کو تجارت یا ذریعہ معاش بنائیں گے یعنی قرآن اجرت پر پڑھیں گے خدا کے لیے نہیں مسلمان ناپاک اور بدکار عورتوں سے روپیہ کی وجہ سے نکاح کریں گے اور اپنے کنبے قبیلے کی نیک بخت اور شریف لڑکی کو قبول کرنے سے انکار کریں گے سلام علیک ترک کرکے سلام کی جگہ بیہودہ مذاق کریں گے۔ (طبرانی)

اور ایک علامت قیامت متوسط یہ ہے عمریں کم ہو جائیں۔ اولاد پھل پھول کم پیدا ہوں جھوٹا سچا اور سچا جھوٹا ہو قتل قتال بہت ہو، ایسے مکانات اور محل تیار کرائے جائیں جس میں بالاخانے بکثرت ہوں۔ اولاد والی عورتیں بوجہ نافرمانی اولاد کے غم میں رہیں اور بانجھ عورتیں خوش رہیں۔ بغاوت اور ناحق کی طرفداری اور بخل بہت ہو، پانی بہت برسے پھل کم آئے علم گھٹ جائے جہل زیادہ ہو جائے فحش کھلم کھلا ہو، سردی کے موسم میں گرمی ہو (ابن عساکر) ایک قوم ایسی پیدا ہو جس کا ذریعہ معاش صرف زبان زوری ہو۔ اخرجہ احمد

نوٹ: جیسے وہ لوگ جو امیر و امرا کی خوشامدیں کرکے ان سے معاش حاصل کرتے ہیں یا جھوٹے شاعر ناپاک اور جھوٹے شعر کہہ کر اپنی روزی حاصل کرتے ہیں یا بعض اخبار نویس جھوٹی خبریں دینے والے جھوٹے اخباروں کو بیچ کر قیمت حاصل کرتے ہیں۔ ایک اغلامی کا دوسرے اغلامی

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

سے حسد اور عداوت اور دشمنی لونڈے پر رکھنا جس طرح کوئی غیرت اور مسلمان اپنی بیوی کو بدنظر سے دیکھنے والے سے عداوت رکھتا ہے (دیلمی) قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تین چیزیں نایاب ہو جائیں ایک تو پیسہ حلال کا، دوسرے علم دین سے فائدہ حاصل کرنا تیسرے کسی مسلمان بھائی سے محض اللہ کے لیے محبت رکھنی یعنی یہ تینوں چیزیں ایسی نایاب ہوں گی کہ ڈھونڈھے نہ ملیں گی۔ حاکم وقت قسم قسم کے ظلم کریں لوگ فال کھولنے والے نجومی رمال وغیرہ کو سچا جانیں اور تقدیر الٰہی کو جھوٹا۔ مردوں کا اپنی بیوی سے پاخانہ کی جگہ صحبت کرنا، مرد سے مرد کا نکاح ہونا (دارقطنی) آدمی مسجد میں آئے گا مگر مسجد میں دو رکعت نفل پڑھنے کی فرصت نہ نکالے گا (ابن ابی الدنیا) مسجدیں آراستہ آمد و رفت کا ذریعہ بنیں گی۔ نوٹ: جیسے اس زمانہ میں مسجدوں سے راستہ چلنا عام رواج ہے۔ بیٹا اپنے باپ کو نوکر یا قاصد بنا کر اپنے کاموں کے لیے ادھر ادھر بھیجے گا۔ معاش بغیر معصیت اور گناہ کے میسر نہ آئے گا۔ نوٹ۔ لوگ حلال پیشوں کو بھی اپنی بدنیتی سے حرام بنائیں گے۔ اس لیے ہر قسم کا ذریعہ معاش حرام ہو جائے گا جیسے لکھنؤ وغیرہ کے واقعات سنے گئے! ایک وقت ایسا ہوگا جس طرح آج منافق چھپتے پھرتے ہیں ایماندار آدمی چھپتے پھریں گے (ابن السنی) نوٹ۔ جیسے آج کل طلاق بھی ایک کھیل معمولی گالی یا کوسنا سمجھا گیا ہے، کئی کئی بار طلاق دیے جانے پر ملاپ کر لیا جاتا ہے پھر طلاق دی جاتی ہے پھر رجوع کر لیا جاتا ہے طلاق کا مسئلہ نہایت سہل ہو رہا ہے۔

ایک علامت متوسط قیامت کی یہ ہے کہ لوگ منہ پر یا پیچھے ہر شخص کو برا کہنے والے بہت ہو جائیں چغل خوری کی عادت ہر شخص میں پائی جائے شرطی لوگوں کی کثرت ہو جائے۔ ابی امامہ صحابی سے روایت ہے کہ آخر زمانہ میں شرطی ہوں گے وہ صبح کریں گے خدا کے غضب میں شام کریں گے خدا کے غصہ میں۔ تو بچ اس بات سے کہ ان کا ہمراز یا دوست بنے۔ (نوٹ) شرط کے معنی مددگار حاکم کے ہیں مراد اس حدیث کی یہ ہے کہ خاندانی ذلیل اور بے عزت لوگ اپنی عزت کے لیے حکام وقت کی بے جا خوشامد کریں اور اپنی کرسی اور عہدہ کے لیے ان کے ہاں جائیں اور ان کو بلائیں حکام وقت کے ظلم محصول ستانی وغیرہ وغیرہ مظالم پر ان کی مدد کریں، ہر وقت حکام کی نظروں کو دیکھتے رہیں جس طرف میلان ہو فوراً اس طرف مڑ جائیں حکام کی "ہوں" پر اپنا پورا زور لگا کر انھیں خوش کریں خدا کی رضامندی پر حکام کی رضامندی کو مقدم سمجھیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ چنانچہ یہ علامتیں آج کل سب پیش نظر ہیں مسلمانوں کو چاہیے کہ عبرت حاصل کریں۔

بقیہ: مرتے وقت

لیے قبر کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے پاس ایک شخص عمدہ لباس عمدہ خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تجھے خوشخبری کا مژدہ ہو، یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا وہ (مومن بندہ) پوچھتا ہے "تو کون ہے" تیرے چہرے سے تو خیر معلوم ہوتی ہے، وہ شخص کہتا ہے کہ میں تیرا عمل صالح ہوں میت (مرنے والا مومن بندہ) بار بار کہتا ہے اے رب! قیامت (جلد) قائم کر دیجئے کہ میں اپنے اہل و عیال سے مل جاؤں۔

بقیہ: بچوں کا گوشہ

دنیا سے نقصان پہنچے تو غم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دنیا سے نہ تو راحت ملتی ہے اور نہ غم ملتا ہے یہ چیزیں دنیا کے اختیار میں نہیں ہیں۔ دشمن اور دوست کا اختلاف خدا کی طرف سے سمجھنا چاہیے کیونکہ دونوں کا دل اس کے ہی قبضۂ قدرت میں ہے اگرچہ تیر چلتے وقت کمان سے گزرتا ہے مگر دراصل یہ کام تیر چلانے والے کا ہوتا ہے۔

مولانا سید جلال الدین عمری

آداب طعام اور ان کی معنویت

کھانے سے پہلے وضو

حدیث شریف میں آتا ہے کھانے کی برکت یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی وضو ہو اور اس کے بعد بھی۔

کھانے سے پہلے وضو کا محسوس فائدہ یہ ہے کہ اس سے منھ اور ہاتھ جن سے کھانے میں مدد لی جاتی ہے دھل جاتے ہیں۔ یہ صحت کے پہلو سے ضروری ہے تاکہ غذا کے ساتھ گندگی پیٹ میں نہ جانے پائے۔ وضو میں بعض اور اعضاء بھی دھلتے ہیں ان کا بظاہر کھانے سے تعلق نہیں ہے یہ وہ اعضاء ہیں جو بالعموم کھلے رہتے ہیں اور کام کاج میں میلے ہوتے ہیں۔ ان کا دھونا مشکل نہیں ہے، وہ بھی اگر کھانے سے پہلے دھل جائیں تو ایک طرح کی تازگی اور نشاط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے کھانے کی طرف رغبت بڑھتی ہے اور جسم پر اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

وضو کا اصل فائدہ روحانی ہے۔ اس کے ذریعے خدا سے تعلق پیدا ہوتا ہے اور یہ احساس ابھرتا ہے کہ غذا سے ملنے والی طاقت و توانائی کو خدا کی عبادت میں صرف ہونا چاہیے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کھانا اگر اس مقصد سے ہو کہ دینی کاموں میں استعانت حاصل کی جائے تو یہ عبادت ہے اس لیے اس کا حق ہے کہ نماز سے پہلے جس طرح وضو کیا جاتا ہے اسی طرح کھانے سے پہلے وضو کیا جائے۔

تاہم بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر وضو کے کھانا تناول فرمایا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے فارغ ہو کر پہاڑ کی گھاٹی سے نکلے ہمارے سامنے ڈھال پر کھجور رکھے تھے۔ ہم نے دعوت دی آپ شریک ہو گئے اور پانی استعمال نہیں فرمایا۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہاتھ پر گندگی نہ ہو اور وہ صاف ہوں تو کسی چیز کے کھانے کے لیے اسے دھونا ضروری نہیں ہے بغیر ہاتھ دھوئے بھی کھایا جا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر تشریف لائے۔ آپؐ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ وضو کا ذکر ہوا تو فرمایا کیا مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ (کھانے کے لیے وضو ضروری نہیں ہے) جس شخص کا وضو نہیں ہے وہ کھا پی سکتا ہے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

اوپر کی جس حدیث میں کھانے سے پہلے وضو کا ذکر ہے اس کی سند کمزور ہے لیکن اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بغیر وضو کے کھانا پینا جائز تو ہے البتہ وضو کو پسندیدہ یا مستحب کہا جا سکتا ہے۔ اس حدیث میں اور اس کے علاوہ بعض اور احادیث میں کھانے کے بعد بھی وضو کا ذکر ہے لیکن اس کی فقہی اور قانونی حیثیت کے بارے میں علماء کے

درمیان اختلاف ہے۔ اس پر مضمون کے آخر میں کسی قدر تفصیل سے بحث آرہی ہے۔

کھانے کے بعد منہ اور ہاتھ صاف کرنا

کھانے کے بعد منھ اور ہاتھ کی صفائی ضروری ہے۔ ہاتھ صاف نہ ہو تو اس پر گندگی جمع ہو گی اور جلد متاثر ہو گی۔ منھ کی صفائی میں بے احتیاطی سے دانتوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسلام ان سب باتوں کو اہمیت دیتا ہے۔ خاص طور پر رات کے کھانے کے بعد صفائی کے اہتمام کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان بڑا حساس اور چاٹنے والا ہے۔ جس شخص کے ہاتھ میں رات کو سوتے وقت گوشت کی بو موجود ہو اور اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

اس حدیث میں کھانے کے بعد ہاتھ صاف کیے بغیر سونے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے ممکنہ نقصان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کھانے کی بو ہاتھ میں رہ جائے تو کوئی کیڑا مکوڑا کاٹ سکتا ہے۔ اس طرح کی کوئی تکلیف پہنچے تو آدمی کو اپنے ہی اوپر ملامت کرنی چاہیے اس لیے کہ یہ سراسر اس کی غفلت کا نتیجہ ہے اس میں کسی اور کا دخل نہیں ہے۔ ہاتھ پر میل اور چکنائی کے جمع رہنے سے جراثیم پرورش پا سکتے ہیں۔ اس سے جلدی امراض کا خطرہ رہتا ہے۔

رات میں منھ ہاتھ دھو کر اور دانت صاف کر کے سونا طبی لحاظ سے کئی پہلوؤں سے مفید ہے۔ یہ شریعت کے منشا کے بھی عین مطابق ہے۔ اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے اس کی بہتر اور جامع شکل وضو ہے۔ حدیث میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ وضو کے ساتھ اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے سوئے۔

تین انگلیوں سے کھانا

حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور اپنا ہاتھ (انگلیاں) صاف کرنے سے پہلے زبان سے چاٹ لیا کرتے تھے۔ (مسلم)

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ تین انگلیوں سے مراد انگوٹھا، انگشت شہادت اور درمیانی انگلی ہے۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ کھانے میں ہاتھ کو کم سے کم آلودہ ہونا چاہیے۔ جو غذا تین انگلیوں سے کھائی جا سکتی ہے اس کے لیے پانچوں انگلیوں کا استعمال کرنا پاکی اور صفائی کے منافی ہے اور ذوق پر گراں گزرتا ہے۔

مسلم شریف میں اس مفہوم کی کئی روایتیں ہیں۔ ان کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں کہ ان سے متعدد سنتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے چوتھی اور پانچویں انگلی اس وقت استعمال کی جائے گی جب کہ ضرورت پیش آئے جیسے شوربا وغیرہ کہ تین انگلیوں سے کھایا نہیں جا سکتا۔ یا اسی طرح کوئی عذر ہو (جس میں تین سے زیادہ انگلیاں استعمال کرنی پڑیں)

دسترخوان کا استعمال

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چھوٹے پیالہ میں کھانا کھایا ہو۔ آپ کے لیے کبھی پتلی اور نرم و ملائم روٹی تیار کی گئی ہو (اور آپ نے کھائی ہو) اور آپ نے کبھی 'خوان' استعمال کیا ہو۔ حدیث کے راوی حضرت قتادہ سے سوال کیا گیا کہ پھر کس چیز پر آپ اور آپ کے صحابہؓ کھانا کھایا کرتے تھے؟ فرمایا دسترخوان پر۔

حدیث میں "سکرجۃ" کا لفظ آیا ہے جو چھوٹے پیالے کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کے عدم استعمال کی متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کے دور میں اس کا رواج نہ تھا دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے

کہ اہل عرب اجتماعی طور پر اور مل جل کر ایک برتن میں کھانے کے عادی تھے۔ الگ الگ پیالوں میں کھانے کا رواج نہ تھا ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ چھوٹے پیالے یا پیالیاں کھانے کے لیے نہیں بلکہ ایسی دواؤں یا جوارشات کے لیے استعمال کی جاتی تھیں جو ہاضم ہوں۔ وہ اس قدر پیٹ بھر کے کھانے کے عادی نہ تھے کہ ان کو دواؤں کی ضرورت پیش آتی۔

حدیث میں کہا گیا ہے کہ آپ نے کبھی "خوان" استعمال نہیں فرمایا "خوان" اب ہر طرح کے دسترخوان کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں ایک خاص قسم کے "خوان" کا ذکر ہے۔ اس کی شکل یہ تھی کہ تانبے کے بڑے طبق یا سینی کو تانبہ ہی کی چوکی پر جڑ دیا جاتا تھا اس پر پیالے ہوتے تھے تاکہ انواع و اقسام کے کھانے نکالے جا سکیں یہ کافی بھاری ہوتا ہے اسے ایک سے دو آدمی اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔

اس طرح کے خوان دنیا دار اور عیش پرست اصحاب ثروت استعمال کرتے تھے آپ اور آپ کے صحابہ جس طرح کی زندگی گزار رہے تھے اس میں اس کی گنجائش نہ تھی۔ راوی حدیث قتادہ کہتے ہیں کہ وہ کھانے کے لیے "سفرہ" استعمال کرتے تھے "سفرہ" عام دسترخوان کو کہا جاتا ہے۔ یہ بالعموم چمڑے کا ہوتا تھا اسے فرش پر بچھا کر کھانا کھایا جاتا تھا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کھانے کے لیے تپائی یا چوکی وغیرہ استعمال کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب امام غزالی نے یہ دیا ہے کہ کھانا زمین پر رکھ کر کھانا یا زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا سنت سے قریب ہے اس میں تواضع اور خاکساری بھی ہے لیکن "مائدہ" (تپائی یا اس جیسی اونچی چیز) پر کھانا ممنوع یا مکروہ نہیں ہے۔ یہ بدعت بھی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شروع ہوئی ہے اسے بدعت نہیں کہا جاتا بلکہ بدعت وہ ہے جو سنت ثابتہ کے خلاف ہو اور جو کسی امر شرعی کو ختم کر دے جب کہ اس کی علت موجود ہو۔ بعض اوقات تو اسباب کے بدلنے پر نئی چیزیں ایجاد کرنی پڑتی ہیں۔ "مائدہ" صرف اس لیے ہے کہ کھانے کو ذرا اونچا رکھا جائے تاکہ کھانے میں آسانی ہو۔ اس طرح کی چیزوں میں کوئی کراہت نہیں ہے اس سے میز کرسی پر کھانے کا بھی جواز نکلتا ہے۔

دانتوں سے نوچ کر گوشت کھانا

کھانا ہاتھ سے کھانا اور اس طرح کھانا کہ زیادہ سے زیادہ لعاب دہن اس کے ساتھ پیٹ میں پہنچے ہضم میں معاون ہے۔

احادیث میں اس کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ حضرت صفوان بن امیہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ اس لیے کہ یہ زیادہ لذیذ اور ہضم میں معاون ہوتا ہے۔"

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک تھا۔ اپنے ہاتھ سے گوشت کو ہڈی سے الگ کر کے کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا ہڈی کو اپنے منھ سے قریب کرو اور دانتوں سے گوشت نکال کر کھاؤ، یہ زیادہ مزیدار اور ہضم میں بہتر ہے۔

یہ دونوں روایتیں سند کے لحاظ سے کمزور ہیں لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن ابی عاصم نے بھی اسے حضرت صفوان سے روایت کیا ہے اس کی سند حسن ہے۔

اس کی حکمت واضح ہے کہ گوشت کو ہڈی سے دانتوں کے ذریعہ آسانی سے الگ کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھانے میں دانتوں کا عمل بڑھ جاتا ہے اور لعاب دہن زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ نوک زبان پہلے ہی مرحلہ میں اس کی لذت بھی محسوس کرنے لگتی ہے۔

کھانے کے لیے چھری کا استعمال

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھاؤ اس لیے کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے بلکہ اسے دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔ نے کا تعلق ہے اس کی تائید اوپر کی احادیث سے بھی ہوتی ہے البتہ چھری کے استعمال کی ممانعت صحیح روایات کے خلاف ہے۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں بکری کا شانہ تھا۔ آپ اسے چھری سے کاٹ کر تناول فرما رہے تھے کہ اتنے میں اذان ہو گئی۔ آپ نے چھری رکھ دی اور نماز کے لیے تیار ہو گئے۔ وضو نہیں فرمایا۔

اس حدیث کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں۔

اس میں گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانے کا جواز ہے۔ گوشت سخت ہو یا اس کا ٹکڑا بڑا ہو تو اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ بلاوجہ چھری کا استعمال ناپسندیدہ ہے۔

امام بغوی فرماتے ہیں۔

اہل علم نے اس بات کو پسندیدہ قرار دیا ہے کہ گوشت کو نوچ کر کھایا جائے اس میں تواضع اور کبر سے اجتناب اور دوری ہے۔ چھری سے کاٹ کر کھانا مباح ہے۔

علامہ ابن حزم کی رائے اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ چھری سے کاٹ کر گوشت کھانا پسندیدہ ہے۔ اسی طرح چھری سے کاٹ کر روٹی کھانا بھی ناپسندیدہ نہیں ہے اس لیے کہ اس سلسلہ میں کوئی صریح ممانعت نہیں آئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ آپ نے چھری طلب فرمائی اور اللہ کا نام لے کر اسے کاٹا۔

صفائی کے لیے صابن کا استعمال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں صابن کا ذکر نہیں ملتا۔ بعد میں اشنان کا استعمال شروع ہوا۔ اشنان ایک گھاس کا نام ہے جو صابن کی طرح میل کچیل دور کرتی اور کپڑے کو صاف کرتی ہے۔ کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرنے کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا تھا امام غزالی فرماتے ہیں کہ ہاتھ صاف کرنے کے لیے اشنان کا استعمال بدعت یا ناپسندیدہ نہیں بلکہ پسندیدہ ہے۔ اس لیے کہ نظافت کے لیے غسل مستحب ہے۔ اشنان سے یہ مکمل طریقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں صحابہ کے دور میں اس کا استعمال نہیں ہوتا تھا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس کے عادی نہ ہوں یا یہ کہ یہ انھیں میسر ہی نہ رہی ہو اس کا بھی امکان ہے کہ وہ زیادہ اہم کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہ دیتے ہوں ان کی زندگی سادہ تھی کھانے کے بعد وہ ہاتھ اپنے بازوؤں اور پیروں پر پھیر لیتے تھے۔

تولیہ کا استعمال

امام غزالیؒ نے صحابہ کرامؓ کی سادگی کا جو ذکر کیا ہے اس کا ثبوت حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پکی ہوئی غذائیں ہم لوگوں کو کم ہی دستیاب تھیں، تولیہ کا استعمال بھی نہیں تھا۔ بخاری کی روایت ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پکے ہوئے کھانے کم ہی ملا کرتے تھے جب اس طرح کا کھانا مل جاتا تو ہمارے پاس (ہاتھ صاف کرنے کے لیے) تولیے نہیں ہوتے تھے۔ ہمارے تولیے ہمارے ہاتھ ہمارے بازو اور ہمارے پیر تھے (ان ہی پر ہاتھ پھیر لیا کرتے تھے)

ہو سکتا ہے ابتدائی دور میں یہ کیفیت رہی ہو یا اس کا تعلق ایسی غذا سے ہو جس میں تولیے کے استعمال کی ضرورت نہ پیش آئے۔

اسی لیے کہ حضرت جابرؓ ہی کی بعض دوسری روایات میں تولیہ کا ذکر ملتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھاتے وقت لقمہ ہاتھ سے گر پڑے تو اسے صاف کرکے کھا لیا کرو۔ شیطان کے لیے اسے چھوڑ دو۔

کوئی شخص اپنا ہاتھ رومال سے اس وقت تک صاف نہ کرے جب تک وہ اپنی انگلیوں کو منھ سے چوس نہ لے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔

امام نووی اس موضوع سے متعلق احادیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ان سے بہت سی سنتوں کا ثبوت ملتا ہے۔

• ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ رومال سے ہاتھ پونچھنا اور صاف کرنا جائز ہے لیکن سنت یہ ہے کہ یہ انگلیوں کو چوسنے کے بعد ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کے بعد صفائی کے لیے تولیہ کا استعمال ہوتا تھا اس لیے اس کے جواز میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی کہ جھوٹی انگلیوں کو چوسنے کے بعد تولیے سے انھیں صاف کیا جائے تاکہ انگلیوں میں لگا ہوا کھانا ضائع نہ ہو اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ اسی میں اللہ نے برکت رکھی ہو اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آلودہ ہاتھ تولیہ سے صاف کیا جائے تو اس کے تولیہ زیادہ گندہ ہوگا۔ یہ تہذیب اور صفائی کے خلاف ہے بہرحال اس سے ہاتھ صاف کرنے کے لیے تولیہ یا کسی بھی جاذب چیز کے استعمال کا ثبوت ملتا ہے۔

مرغن اور چکنی غذاؤں کے استعمال کے بعد صرف تولیہ جاذب کے ذریعے منھ ہاتھ پوری طرح صاف نہیں ہوتے، اس کے لیے پانی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کھانے کے بعد ہاتھ میں چکنائی یا گوشت کی بو نہیں ہونی چاہئے اور اس کے مضر اثرات سے آگاہ کیا گیا ہے ان دونوں طرح کی حدیثوں کے پیش نظر قاضی عیاض کہتے ہیں کہ تولیہ سے ہاتھ صاف کرنے کا جن احادیث میں ذکر آیا ہے ان کا تعلق ایسے کھانوں سے ہے جن کے کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کی ضرورت نہیں پیش آتی (مرغن غذائیں اس میں نہیں آتیں) جیسے گوشت کے کھانے سے چکنائی لگ جاتی ہے یا ہاتھ میں اس کی بو رہ جاتی ہے ایسی صورت میں ہاتھ دھونے کی ترغیب ہے اور کہا گیا ہے کہ اس میں غفلت اور کوتاہی سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ کھانے کے بعد جھوٹی انگلیوں کو جب تک چوس نہ لیا جائے انھیں دھویا نہ جائے۔ یا تولیہ سے صاف نہ کیا جائے تاکہ جس برکت کا ذکر ہوا ہے وہ حاصل ہو۔ حدیث میں صراحت ہاتھ کے دھونے یا تولیے سے صاف کرنے کی نہیں جھوٹی انگلیوں کے چوسنے کی ہے۔ ہاں بعض اوقات انگلیوں کے چوسنے کے بعد ہاتھ دھونا پسندیدہ ہوگا تاکہ کھانے کی بو زائل ہو جائے۔ قاضی عیاضؒ نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اسی پر محمول کی جائے گی۔

کھانے کے بعد انگلیوں کو چوسنے کا حکم اپنی جگہ ہے۔ اس کے بعد ہاتھ کبھی تولیہ یا جاذب سے صاف ہو سکے گا اور کبھی اس کے لیے پانی کی ضرورت ہوگی جہاں پانی کی ضرورت ہو صفائی کا تقاضا ہے کہ اسی سے صاف کیا جائے۔ صفائی کے لیے جیسا کہ عرض کیا جا چکا اشنان اور صابن کا استعمال بھی جائز ہے اس پر مزید بحث آگے آرہی ہے۔

دو دو کھجوریں ایک ساتھ نہ کھائی جائیں

کھجور اہل عرب کی غذا ہوتی تھی۔ ہدایت ہے کہ اس کے کھانے میں ساتھیوں کا خیال رکھا جائے۔ یہ نہ ہو کہ سب تو ایک ایک کھجور کھائیں اور ان ہی میں کا ایک فرد دو دو کھجور کھاتا چلا جائے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی ایک ساتھ دو دو کھجور ملا کر

کھائے جب تک کہ اس کے ساتھی اسے اس کی اجازت نہ دے دیں۔

حدیث میں قِران کا لفظ آیا ہے اس کے معنی جوڑنے اور ملانے کے ہیں۔ یہاں دو دو کھجور ملا کر کھانے کا ذکر ہے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر اس طرح کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی حکم ان تمام پھلوں اور میووں کا ہوگا جو ایک لقمہ میں دو دو کھائے جا سکتے ہیں۔ جیسے تخم بادام مغز اخروٹ اور منقہ وغیرہ۔

امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس ممانعت کے پیچھے جو مقصد کار فرما ہے اور جو علت موجود ہے وہ سمجھ میں آرہی ہے۔ وہ یہ کہ اس کا تعلق اس وقت کی خاص صورت حال سے ہے لوگ معاشی تنگی اور غذائی قلت سے دوچار تھے غذائیں بہت کم تھیں لیکن ایثار کا جذبہ موجود تھا تھوڑے سے کھانے میں بھی وہ دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ بعض اوقات کھانا بہت تھوڑا ہوتا اور مجلس میں ایسے افراد بھی ہوتے جو سخت بھوک سے دوچار ہوتے۔ وہ اس خیال سے کہ ان کی گرسنگی دور ہونے سے پہلے ہی کھانا ختم نہ ہو جائے دو دو کھجور ملا کر کھانے اور بڑے بڑے لقمے لینے لگتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں یہ ادب بتایا کہ ساتھیوں کی اجازت کے بغیر ایسا نہ کیا جائے تاکہ انھیں ناگواری نہ ہو اور وہ یہ محسوس نہ کریں کہ آدمی خود کو دوسروں پر ترجیح دے رہا ہے لیکن آج یہ صورت حال نہیں ہے اب وسعت اور فراخی حاصل ہے۔ لوگ جب جمع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو کھانے کی ترغیب دیتے اور آمادہ کرتے ہیں اس لیے اب اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں اگر کبھی عسرت اور تنگی کی ویسی ہی صورت حال پیدا ہو جائے تو پھر یہی حکم عود کر آئے گا۔

امام نووی نے اس خیال سے اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کا تعلق مخصوص حالات سے تھا اگر یہ بات ثابت بھی ہو جائے تو حدیث کے الفاظ عام ہیں۔ اس لیے حکم بھی کسی دور کے لیے مخصوص نہ ہوگا بلکہ ہر دور کے لیے ہوگا۔ البتہ حدیث میں جس حرکت سے منع کیا گیا ہے اس کی نوعیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اہل ظاہر کے نزدیک اس سے حرمت نکلتی ہے، دوسرے لوگ کہتے ہیں اس میں ایک ادب اور تہذیب کی تعلیم دی گئی ہے اس کی خلاف ورزی مکروہ ہے امام نووی فرماتے ہیں اس معاملہ میں کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔

اگر کھانے کی چیز مشترک ہو تو قِران حرام ہے الا یہ کہ سب کی رضامندی حاصل ہو۔ یہ صراحتاً بھی ہو سکتی ہے اور اس کا اظہار حالات و قرائن اور بے تکلفی اور محبت کے انداز سے بھی ہو سکتا ہے بہرحال آدمی کو یقین یا ظن غالب حاصل ہونا چاہیے کہ کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہے اور سب ہی کی طرف سے اجازت ہے۔ اگر کھانا اہل مجلس ہی میں سے کسی کی طرف سے ہو تو اس کی اجازت ضروری ہے اسی طرح اہل مجلس کے علاوہ باہر کے کسی شخص کی طرف سے ہو تو اس کی اجازت چاہیے البتہ جس کا کھانا ہے اس کے لیے قِران ناجائز ہوگا کھانا کم ہو تو قِران نہیں ہونا چاہیے تاکہ سب ہی برابر فائدہ اٹھا سکیں اگر زیادہ ہو کہ کھانے کے بعد بچ بھی سکتا ہو تو قِران میں کوئی حرج نہیں ہے کھانے میں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ حرص و ہوس کا مظاہرہ نہ ہو۔ ہاں اگر جلدی ہو یا کوئی ضروری کام درپیش ہو تو قِران ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث کا ایک قانونی پہلو بھی ہے اور یہ ادب و اخلاق کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ کھانے کی کوئی چیز مشترک ہو تو اسے عملاً سب کے درمیان مساوی تقسیم ہونا چاہیے۔ آدمی کو ایسا رویہ نہیں اختیار کرنا چاہیے جس سے دوسرے کا حق مارا جائے، یہ اس کے لیے ناجائز ہوگا وہ اپنے حق سے زیادہ استفادہ اسی وقت کر سکتا ہے جب کہ

شرکاءِ مجلس کی طرف سے اس کی اجازت حاصل ہو، یہ قانونی پہلو ہے لیکن جہاں بے تکلفی کی مجلس ہو کھانے کی چیزیں فراوانی سے موجود ہوں کسی کا حصہ متعین نہ ہو بلکہ ہر ایک کو حسب خواہش کھانے کی اجازت ہو وہاں یہ قانونی بحث نہیں پیدا ہوتی. لیکن آداب مجلس کا خیال رکھنا ہوگا کھانے میں بے صبری حرص اور لالچ کا مظاہرہ آدمی کے وقار کو مجروح کرتا ہے. ساتھیوں کی نگاہ میں اس کی قدر و قیمت کم ہوتی ہے. اس سے بچنا چاہیئے.

حضرت شاہ ولی اللہؒ اس کے قانونی اور اخلاقی پہلوؤں کے علاوہ ایک طبی پہلو کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں. فرماتے ہیں کہ دو دو کھجور کھانے میں جب کہ ان میں گٹھلی موجود ہو آدمی احتیاط کے ساتھ چبا نہیں سکتا اس سے مسوڑھوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے. اس کے برخلاف ایک کھجور ہو تو اس کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے.

کھانے کے بعد وضو

حدیث میں کھانے کے بعد بھی وضو کا ذکر ہے اس ذیل میں ایک سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ کیا پکی ہوئی غذاؤں کے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے. اس کا تعلق بڑی حد تک صفائی ستھرائی سے بھی ہے اس لیے اس پر یہاں کسی قدر تفصیل سے بحث کی جا رہی ہے. اس مسئلہ میں روایات چونکہ مختلف ہیں اس وجہ سے علماء کی آراء بھی مختلف ہیں.

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی غذا کے استعمال کے بعد وضو ضروری ہے. حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:-

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس چیز کو آگ نے مس کیا ہو (جو اس پر پکی ہو) اس کے کھانے سے وضو ضروری ہے۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا.

جس چیز کو آگ نے مس کیا ہو اس کے استعمال کے بعد وضو کرو.

یہی حدیث ان ہی الفاظ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے.

ان احادیث کی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت حسن بصریؒ، امام زہریؒ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے.

بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گوشت کھانے کے بعد پہلے وضو ہی سے نماز پڑھی دوبارہ وضو نہیں فرمایا.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ نے بکری کا شانہ تناول فرمایا اس کے بعد نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے ٹھیک کر کے نماز کے لیے نکلے کہ راستے میں گوشت اور روٹی کا تحفہ پیش ہوا اس سے تین لقمے آپ نے لیے پھر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی لیکن پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

ام المومنین حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر شانہ کا گوشت کھایا اس کے بعد نماز پڑھی لیکن وضو نہیں فرمایا.

حضرت ابو رافعؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کلیجی بھونا کرتا، آپ اس کو کھا کر نماز پڑھتے اور وضو نہیں فرماتے تھے.

علامہ بغوی فرماتے ہیں خلفائے راشدین صحابہ و تابعین اور ان کے بعد اکثر اصحاب علم کی یہی رائے ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو لازم نہیں آتا.

علامہ نووی کے بقول سلف خلف کے علماء کی اکثریت اسی مسلک کی قائل ہے انھوں نے اس کے قائلین میں خلفاء راشدین کے ساتھ بعض اور اکابر کا بھی نام لیا ہے ان میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ بھی ہیں جنھوں نے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کی حدیث روایت کی ہے

وہ فرماتے ہیں کہ یہی جمہور تابعین، ائمہ اربعہ، اسحٰق بن راہویہ، یحییٰ بن یحییٰ، ابو ثور وغیرہ کی بھی رائے ہے۔

جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان کا جواب جمہور نے یہ دیا ہے کہ یہ منسوخ ہے اس کا ثبوت خود احادیث سے ملتا ہے. حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

"آپ نے (وضو کیا بھی، نہیں بھی کیا، لیکن ان) دونوں میں آپ کا آخری عمل (اس چیز کے کھانے سے) وضو نہ کرنا ہے جس کی شکل آگ نے بدل دی ہو"۔

اس سے صاف واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں تو پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کا حکم دیا تھا لیکن بعد میں اسے ضروری نہیں قرار دیا. اب یہ اجازت ہے کہ آدمی چاہے وضو کرے یا نہ کرے، اس کے خلاف بھی ایک روایت ہے جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کا آخری حکم کھانے کے بعد وضو کا تھا لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت جابرؓ کی روایت زیادہ صحیح ہے اس لیے اسے ترجیح دی گئی.

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وضو سے یہاں لغوی وضو مراد ہے شرعی وضو نہیں. لغت میں منھ ہاتھ دھونے کو وضو کہا جاتا ہے اسی معنی میں حضرت قتادہ کا قول ہے: جس نے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیے اس نے "وضو" کر لیا.

بیضاوی کہتے ہیں لغت میں وضو کے معنی نظافت کے ہیں. اس میں محض اعضاء کا دھونا اور پاک صاف کرنا آتا ہے شریعت میں اس کا ایک خاص مفہوم ہے. جن احادیث میں کھانے کے بعد وضو کا حکم ہے ان میں ہاتھ کا دھونا مراد ہے تاکہ جو چکنائی لگی ہے وہ ختم ہو جائے.

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف تھا وہ دور اول میں تھا. بعد میں اجماع ہو گیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو لازم نہیں آتا.

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بکری کے گوشت اور اونٹ کے گوشت کے استعمال میں فرق ہے. حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بکری کا گوشت کھانے کے بعد ہم وضو کریں؟ آپ نے فرمایا تمہارا جی چاہے وضو کرو، جی چاہے نہ کرو. پھر اس نے سوال کیا کہ کیا اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا جائے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرو.

اسی مفہوم کی ایک اور روایت حضرت براء بن عازبؓ سے بھی مروی ہے.

جمہور کی رائے اونٹ کے گوشت کے بارے میں بھی یہی ہے کہ اس کے استعمال سے وضو نہیں ٹوٹتا. یہاں وضو سے مراد منھ اور ہاتھ دھونا ہے اونٹ کے گوشت کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا گیا کہ اس میں زیادہ چکنائی ہوتی ہے لیکن مذکورہ بالا احادیث کی بنیاد پر امام احمدؒ اسحاق بن راہویہؒ اور بعض اصحاب کے نزدیک بکری اور اونٹ کے گوشت میں فرق ہے. بکری کے گوشت سے تو وضو نہیں ٹوٹتا البتہ اونٹ کے گوشت سے ٹوٹ جاتا ہے.

امام نووی فرماتے ہیں۔

"یہ مسلک دلیل کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے گو کہ جمہور کی رائے اس کے خلاف ہو"۔

مزید فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کی روایت جس میں کہا گیا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آپ نے وضو نہیں کیا اس سے ایک عام حکم نکلتا ہے جب کہ یہاں خاص طور پر اونٹ کے گوشت کے بارے میں ایک بات کہی گئی ہے. خاص حکم عام حکم پر ہمیشہ مقدم ہوتا ہے۔

متاخرین میں قاضی شوکانی ان حضرات کے ہم خیال ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، نماز کے لیے از سر نو وضو کرنا ہوگا. وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم قولی احادیث

سے ثابت ہے یعنی آپ نے یہ فرمایا ہے کہ وضو کرو۔ اس کے برعکس جن احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو ضروری نہیں ہے وہ فعلی احادیث ہیں یعنی آپ کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ قولی وعملی احادیث میں تعارض ہو تو قولی احادیث کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اس لیے صرف بکری کا گوشت مستثنیٰ ہوگا اس لیے کہ اس کے بارے میں صریح روایات موجود ہیں۔ باقی رہا یہ کہنا کہ وضو سے منھ ہاتھ دھونا مراد ہے، بالکل غلط ہے اس لیے کہ وضو اب ایک شرعی اصطلاح ہے۔ اس کا مطلب وہی ہے جو شریعت نے بتایا ہے۔ منھ ہاتھ دھونے کو وضو نہیں کہا جاتا۔

اس سلسلہ کی ایک رائے یہ ہے کہ پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو مستحب ہے ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح جن احادیث میں وضو کا حکم ہے اور جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وضو نہیں کیا ہے تطبیق پیدا ہو جاتی ہے علامہ خطابی کی یہی رائے ہے وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی ایک روایت کے ذیل میں جس میں عدم وضو کا ذکر ہے فرماتے ہیں:

"حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز کی ہیئت آگ نے بدل دی ہو اس کے کھانے کے بعد وضو کا حکم استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے۔"

یہی رائے مجدالدین عبدالسلام ابن تیمیہ کی ہے، فرماتے ہیں:

"ان نصوص سے وجوب کی نفی ہوتی ہے استحباب کی نہیں۔ اسی لیے آپ نے اس شخص کو جس نے سوال کیا کہ بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ جواب دیا کہ چاہو تو وضو کرو اور چاہو تو نہ کرو۔ اگر وضو مستحب نہ ہوتا تو آپ وضو کی اجازت ہی نہ دیتے اس لیے کہ اس میں اسراف اور بے فائدہ پانی کا ضیاع ہے۔"

اگر کھانے کے بعد وضو کو مستحب بھی مان لیا جائے تو یہ صفائی اور نظافت کے ساتھ ایک کارِ ثواب بھی ہوگا اس کا اہتمام کرکے یہ دونوں مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

اس بحث کا تعلق اس سے ہے کہ کھانے کے بعد نماز کے لیے نیا وضو ہوگا یا نہیں؟ اس سے ہٹ کر جہاں تک کلی کرنے یا منھ صاف کرنے کا تعلق ہے اس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ استعمال کرنے کے بعد پانی طلب فرمایا کلی کی اور ارشاد فرمایا: "اس میں چکناہٹ ہوتی ہے اس لیے منھ کی صفائی ہونی چاہیے۔"

مؤطا کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے روٹی اور گوشت کھایا، پھر کلی کی، دونوں ہاتھ دھوئے اور انھیں اپنے چہرے پر پھیر لیا۔

اس سے کھانے کے بعد صفائی کے اہتمام کا اندازہ ہوتا ہے اس لیے کہ جب تک ہاتھ پوری طرح صاف نہ ہوں کوئی صاحب ذوق انھیں چہرے پر پھیر نہیں سکتا۔

ایسی غذا کے استعمال کے بعد بھی کلی کا ثبوت ہے جس میں چکنائی نہیں ہوتی۔ حضرت سوید بن نعمان خیبر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد صحابہؓ سے فرمایا کہ اپنے پاس جو توشہ ہو لے آئیں۔ اس وقت صرف ستو ہی تھا وہی لایا گیا۔ اسے بھگویا گیا آپ نے وہی تناول فرمایا اور ہم نے بھی وہی کھایا پھر آپ مغرب کی نماز کے لیے تیار ہوئے۔ آپ نے کلی کی تو ہم نے بھی کلی کی اس کے بعد نماز پڑھی وضو نہیں فرمایا۔

امام نووی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے ذیل میں جس میں دودھ کے استعمال کے بعد کلی کا ذکر ہے فرماتے ہیں۔

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ دودھ استعمال کرنے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے علماء نے کہا ہے کہ دودھ کے علاوہ اور ماکولات ومشروبات کا بھی یہی حکم ہے۔

(باقی صفحہ ۳۶ پر)

عیسائیت کی خفیہ سرنگ

محترم محمد آصف دہلوی

دورانِ سفر ایک صاحب سے میں نے دریافت کیا، کیا آپ نے سلمان رشدی کی لکھی ہوئی کتاب "شیطانی آیات" پڑھی ہے؟ اس میں کیا لکھا ہے جو اس قدر مخالفت ہو رہی ہے؟

انھوں نے کہا: "پڑھی تو میں نے بھی نہیں مگر سنا ہے کہ اس کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت توہین (خاکم بدہن) کی گئی ہے اسی وجہ سے مسلمانوں کی طرف سے اس قدر احتجاج کیا جا رہا ہے۔"

دورانِ گفتگو انھوں نے کہا کہ مجھے ایک پرانا قصہ یاد آ گیا۔ وہ قصہ یوں ہے:

"میرے ایک دوست جو علی گڑھ میں نواب چھتاری کے ہاں اونچی ملازمت پر تعینات تھے اور نواب صاحب ان سے کافی بے تکلف تھے انھوں نے یہ واقعہ سنایا کہ نواب صاحب ہندوستان کی تقسیم سے پہلے انگریزوں کے بڑے ہی بہی خواہ تھے مسلم لیگ اور کانگریس پارٹی سے بالکل لاتعلق تھے اور سیاست میں انگریزوں کے ہر طرح مددگار تھے اسی لیے انگریزی حکومت نے ان کو یوپی کا گورنر بنا دیا تھا۔

• ایک بار برطانوی حکومت نے سب ہندوستانی صوبوں کے گورنروں کو مشورے کے لیے انگلستان بلایا تو نواب صاحب بھی بحیثیت گورنر انگلستان گئے یہاں علی گڑھ کا جو بھی کلکٹر نیا آتا تھا ان سے برابر ملتا رہتا تھا اور کبھی کبھی آگرہ کا کمشنر بھی۔ ان سب افسروں کے نواب صاحب سے عمدہ تعلقات تھے۔ جب نواب صاحب لندن پہنچے تو جو کلکٹر اور کمشنر ان کے پرانے ملاقاتی تھے اور ریٹائر ہو کر انگلستان چلے آئے تھے جب انھیں نواب صاحب کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ ملنے آئے ان میں سے ایک کلکٹر جو نواب صاحب سے بہت مانوس تھا اس نے کہا:

"نواب صاحب! آپ یہاں تشریف لائے ہیں تو آئیے میں آپ کو یہاں کے عجائب خانے دکھا دوں جن میں ہزاروں برس پرانی ایسی چیزیں ہیں جو آپ نے کبھی دیکھی اور سنی نہ ہوں گی۔"

نواب صاحب نے کہا: "عجائب خانے تو میں نے سب دیکھ لیے، حکومت نے دکھا دیے ہیں اور یہاں جو بھی آتا ہے دیکھ کر ہی جاتا ہے البتہ اگر تم کچھ دکھانا ہی چاہتے ہو تو ایسی چیز دکھاؤ جو یہاں سے کوئی اور دیکھ کر نہ گیا ہو۔"

انگریز کلکٹر نے کہا: "نواب صاحب ایسی کون سی چیز ہو سکتی ہے جسے کوئی اور دیکھ کر نہ گیا ہو؟ میں سوچ کر پھر بتاؤں گا۔"

دو روز بعد وہ آیا اور اس نے کہا کہ "نواب صاحب! میں نے سوچ لیا اور معلومات بھی حاصل کر لی ہیں اب آپ کو ایسی چیز دکھاؤں گا جو اور کوئی یہاں سے دیکھ کر نہیں گیا۔" اس پر نواب صاحب خوش ہو گئے اور کہا "بس ٹھیک ہے۔" کلکٹر نے نواب صاحب سے پاسپورٹ مانگا اور کہا کہ "وہ جگہ دیکھنے کے لیے حکومت سے تحریری اجازت لینی ہوتی ہے اس لیے پاسپورٹ کی بھی ضرورت ہوگی۔" دو ایک روز بعد وہ نواب صاحب کا اور اپنا تحریری اجازت نامہ لے کر آیا اور کہا کہ "کل صبح آپ میرے ساتھ میری موٹر میں چلیں گے سرکاری موٹر نہیں

لے جائے گی۔" نواب صاحب اس پر راضی ہو گئے، اگلے روز نواب صاحب اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ شہر سے باہر نکل کر ایک طرف جنگل شروع ہو گیا۔ اس میں ایک چھوٹی سی سڑک تھی جس پر جوں جوں چلتے گئے، جنگل گھنا ہوتا گیا۔ راستے میں کوئی پیدل چلتا نظر نہ آیا، نہ کسی قسم کی سواری پر نظر پڑی۔ کسی طرح کی آمد و رفت کا سلسلہ نہیں تھا۔ چلتے چلتے کوئی آدھ گھنٹہ گزرا تو نواب صاحب نے دریافت کیا۔ "کیا دکھانے لے جا رہے ہو؟ کوئی جنگلی جانور ہے یا کوئی تالاب جس میں خاص قسم کے جانور ہیں؟ اس طرف آبادی ہے نہ آمد و رفت، ابھی اور کتنا چلنا ہے؟" اس نے کہا "بس تھوڑی دیر بعد وہ جگہ آ جائے گی۔ جنگلی جانور یا کوئی تالاب وغیرہ۔"

تھوڑی دیر بعد ایک بڑا دروازہ آیا جو ایک بڑی عمارت کے مین گیٹ کی صورت میں تھا۔ اس میں آگے اور پیچھے دروازے تھے اور آگے بھی اور دونوں طرف فوجی پہرہ تھا۔ کلکٹر نے موٹر سے اتر کر پاسپورٹ اور تحریری اجازت نامہ دکھایا۔ اس نے دونوں رکھ لیے اور اندر آنے کی اجازت دے دی مگر یہ کہا کہ آپ اپنی موٹر یہیں چھوڑ دیجیے اور اندر جو موٹریں کھڑی ہیں ان میں سے کوئی لے لیجیے۔ نواب صاحب نے دیکھا یہ دروازہ کسی عمارت کا نہیں تھا اور اس کے دونوں طرف دیواروں کے بجائے بہت گھنی جھاڑیاں اور کانٹے دار درخت تھے۔ جن میں سے کسی کا گزرنا ممکن نہ تھا۔

موٹر چلتی رہی مگر گھنے جنگل اور جنگلی درختوں کی دیوار کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ نواب صاحب نے گھبرا کر پوچھا "کب وہاں پہنچیں گے؟" اس نے کہا "بس پہنچ گئے! دیکھیے وہ جو عمارت نظر آ رہی ہے وہاں جانا ہے۔ پھر اس نے خاص طور پر کہا "اس عمارت میں جب داخل ہوں گے تو ہر چیز دیکھیے سنیے مگر آپ کسی سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں کریں گے، بالکل خاموش رہنا ہے آپ کو جو کچھ دریافت کرنا ہو مجھ سے پوچھ لیجیے گا، ویسے تو میں خود ہی بتاتا جاؤں گا۔ نواب صاحب نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔ عمارت سے تھوڑے فاصلے پر انھوں نے موٹر چھوڑ دی اور پیدل عمارت کی طرف بڑھے۔ یہ ایک بڑی سی عمارت تھی۔ شروع میں دالان تھا۔ اس کے پیچھے متعدد کمرے تھے جب دالان میں داخل ہوئے تو ایک نوجوان داڑھی مونچھ والا عربی کپڑے پہنے اور سر پر رومال ڈالے ایک کمرے سے نکلا، ایک دوسرے کمرے سے نکلنے والے لڑکے سے کہا "السلام علیکم" دوسرے نے جواب دیا "وعلیکم السلام کیا حال ہے؟" نواب صاحب حیران رہ گئے، جب لڑکے ان کے قریب سے گزری تو نواب صاحب نے کچھ دریافت کرنا چاہا مگر کلکٹر نے فوراً اشارے سے منع کر دیا۔ پھر کلکٹر نے انھیں ایک کمرے کے دروازے پر لے جا کر کھڑا کیا۔ دیکھا کہ فرش اندر بچھا ہے اور اس پر عربی لباس میں متعدد طلبا بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے ان کے استاد بالکل اسی طرح بیٹھے سبق پڑھا رہے ہیں جیسے اسلامی مدرسوں میں استاد پڑھاتے ہیں اور طلبا عربی میں اور کبھی انگریزی میں استاد سے سوال کرتے تھے۔

کلکٹر نے نواب صاحب کو سب کمرے دکھائے اور ہر کمرے میں جو تعلیم ہو رہی تھی وہ بھی بتائی۔ نواب صاحب نے دیکھا کہ کہیں کلام مجید پڑھایا جا رہا ہے کہیں قرأت سکھائی جا رہی ہے۔ کہیں معنی اور تفسیر کا درس ہو رہا ہے کہیں احادیث پڑھائی جا رہی ہیں کسی جگہ بخاری شریف کا درس ہو رہا ہے تو کہیں مسلم شریف کا، کہیں مسئلے مسائل سکھائے جا رہے ہیں اور کہیں اصطلاحات کی وضاحت اور کہیں مناظرہ ہو رہا ہے۔ یہ سب دیکھ کر نواب صاحب بہت حیران ہوئے۔ ان کا جی چاہتا تھا کہ ایک آدھ طالب علم سے کمرے سے نکلتے وقت کوئی سوال کریں مگر کلکٹر ان کو اشارے سے روک دیتا تھا۔ یہ سب دیکھ کر جب واپس ہوئے تو نواب صاحب نے کہا کہ "اتنا بڑا دینی مدرسہ ہے

جس میں اسلام کے ہر پہلو کی اس قدر عمدہ تعلیم دی جا رہی ہے اور باریک سے باریک باتیں سکھائی جا رہی ہیں۔ آخر یہ مسلمان طلبا کو اس طرح علاحدہ کیوں بند رکھا ہے اور کیوں چھپا رکھا ہے، تب کلکٹر نے کہا: "ان میں کوئی مسلمان نہیں" یہ سب عیسائی مشنری ہے۔

نواب صاحب کو مزید حیرت ہوئی اور انھوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو کلکٹر نے کہا کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد انھیں مسلمان ممالک میں خصوصاً شرق اوسط بھیج دیا جاتا ہے وہاں یہ لوگ کسی بڑے شہر کی کسی بڑی مسجد میں جا کر نماز میں شریک ہوتے ہیں اور نمازیوں سے کہتے ہیں کہ وہ انگریز ہیں انھوں نے مصر میں ازہر یونیورسٹی میں تعلیم پائی ہے اور مکمل عالم ہیں۔ انگلستان میں اسلامی ادارے نہیں جہاں وہ تعلیم دے سکیں اور نہ مسجدیں ہیں اس لیے جلا وطنی اختیار کی ہے وہ سر دست تنخواہ نہیں چاہتے بلکہ صرف کھانا اور سر چھپانے کا ٹھکانا اور پہننے کے کپڑے درکار ہیں۔ وہ مسجد میں مؤذن یا پیش امام یا بچوں کو کلام مجید کے معلم کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کو تیار ہیں اگر کوئی بڑا تعلیمی ادارہ ہو تو اس میں استاد کی حیثیت سے کام کر سکتے ہیں ان میں سے کسی کو مسجد یا مدرسے میں رکھ لیا جاتا ہے تو مقامی لوگ بطور امتحان اس سے مسئلے مسائل بھی معلوم کرتے ہیں۔ اور وہ کافی وشافی جواب دیتے رہیں۔ کچھ عرصہ بعد جب کوئی اختلافی مسئلہ آتا ہے تو لوگ ان کے معتقد بن جاتے ہیں اور وہ اس اختلافی مسئلے پر ان کی دو پارٹیاں بنا کر خوب اختلاف پیدا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اس طرح آپس میں لڑاتے ہیں۔ سو اس ادارے کا پہلا اصلی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو باہم لڑاؤ۔ چنانچہ شرق اوسط میں گرجاؤں کے پادریوں کے ایک سالانہ جلسے میں ZAVYAR پادری نے بحیثیت صدر اپنی تقریر میں یہ کہا کہ مسلمانوں سے ہم مناظرے میں نہیں جیت سکتے اس لیے ہم نے اسے چھوڑ کر یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ انھیں آپس میں لڑاؤ اس میں ہم کامیاب ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس پر عمل پیرا رہنا چاہیے۔

اس مدرسے کا مقصد یہ ہے کہ حضور کا درجہ جس طرح بھی ہو سکے گھٹا دیا جائے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی جو عزت اور محبت ہے وہ کم ہو جائے اس کے بغیر ہم مسلمانوں پر قابو نہیں پا سکتے۔ کیونکہ محض مسلمانوں کے سیاسی اختلاف سے اسلام ختم نہیں ہو گا۔

کلکٹر کی ان باتوں پر نواب صاحب حیرت کے سمندر میں غوطے کھا رہے تھے۔ دنیا بھر کے عیسائیوں میں انگریزی حکومت کے زمانے میں کتاب "رنگیلا رسول" لکھائی گئی اس کے بعد غلام احمد قادیانی کو نبی بنایا گیا ان سے جو کتابیں مذہب کے متعلق لکھوائی گئیں وہ اندرون خانہ اسی مسیحی ادارے کی کاوش کا نتیجہ تھیں ورنہ غلام احمد کی بذات خود کیا قابلیت تھی۔ اسی طرح ایک ڈیڑھ عشرہ پہلے امریکہ میں رشاد خلیفہ نے اعلان کیا کہ اس نے کمپیوٹر کے ذریعہ عدد ۱۹ کی بنا پر قرآن مجید کو اللہ کا کلام ثابت کیا ہے۔ جب لوگ اس کے معتقد ہو گئے تو اس نے قرآن میں چند آیتیں تحریف شدہ بتا دیں۔ پھر کہا کہ میرا نام "خلیفہ" قرآن مجید میں موجود ہے اور پھر اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ جن لوگوں کو اس میں شبہ ہوا ان کے لیے مناظرے کا دن اور تاریخ مقرر کر دی۔ اس نے جب قرآن میں چند آیتوں کی تحریف کا اعلان کیا تو لوگوں نے کمپیوٹر کے ذریعے اس کے بنائے ہوئے حسابی نقشے کی جانچ کی جو غلط ثابت ہوا۔ اسلامی علماء مناظرے کے لیے تیار تھے مگر مقررہ وقت مناظرہ سے پہلے غلام احمد قادیانی کی طرح اسے موت نے آ دبوچا اور یوں اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔ رشاد خلیفہ کا خاتمہ تو ہو گیا لیکن باقی ہے اس کا فتنہ، اس کا ادارہ اور سینٹر اور اس کے رفیق حسب سابق کام کر رہے ہیں۔ اس کا تحریف شدہ قرآن امریکہ میں عام طور پر ملتا ہے (صدیقی ٹرسٹ)

اب سلمان رشدی کی کتاب بھی اسی

سلسلہ کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے کتاب چاہے سلمان رشدی نے خود لکھی ہو مگر ساللاغالبًا کسی مسیحی ادارے کا تیار کردہ ہے۔ انگریز حکومت نے بھی اس کی حفاظت کے لیے پولیس کے دو آدمی مستقلا ساتھ لگا رکھے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ہر طرح کے انتظامات ہیں اور اس ملعون کی حفاظت پر لاکھوں پونڈ خرچ ہو رہے ہیں جب کہ انگلستان میں رہنے والے کئی اور افراد کو بھی موت کی دھمکی دی جا رہی ہے وہ حفاظت کے لیے حکومت سے درخواست کرتے ہیں مگر اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا جاتا۔ حال ہی میں چند مالدار انگلستانی سکھ باشندے بھارتی سکھوں کے خالصتان بنانے کے خلاف تھے خالصتان حامی سکھوں نے انھیں قتل کی دھمکی دی تو انھوں نے برطانوی حکومت سے مدد چاہی مگر حکومت نے کوئی خاص انتظام نہیں کیا اور وہ مالدار سکھ مارے گئے لیکن سلمان رشدی کی کیا خصوصیت ہے کہ برطانوی حکومت اس قدر سخت حفاظتی انتظام کر رہی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سازشوں سے آگاہ رہیں اور اپنے فروعی اختلافات کو ختم کر دیں جو ان کی اجتماعی قوت کو نہایت کمزور کیے دیتے ہیں ان ہی اختلافات کا نتیجہ ہے کہ مسلمان بوسنیا، کشمیر اور فلسطین میں ہر جگہ بے کس و مظلوم ہیں مگر عالم اسلام ان کی مدد کرنے سے قاصر ہے۔

مرتے وقت مومن کا اعزاز و اکرام

حضرت براء ابن عازبؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن دنیا سے رخصت اور آخرت میں آمد کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں جن کے چہرے آفتاب کی طرح روشن ہوتے ہیں ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے یہاں تک کہ انتہائے نظر تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت اس کے سرہانے آکر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جان جس کو خدا کے حکموں پر اطمینان تھا اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل (چنانچہ اس مومن کی جان) اس طرح آسانی سے نکلتی ہے جیسے مشک سے (پانی کا) قطرہ ڈھلک آتا ہے گو تم (ظاہر میں) اس کے خلاف حالت دیکھو (کہ شدت سے جان نکلی) تو وہ شدت جسم پر ہوتی ہے روح کو راحت ہوتی ہے، غرض فرشتے اس روح کو نکالتے ہیں اور نکالنے کے بعد ملک الموت کے ہاتھ میں چشم زدن کے لیے بھی نہیں چھوڑتے بلکہ اس (جنتی) کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اور اس سے خوشبو ایسی نکلتی ہے جیسے دنیا میں مشک کی تیز سے تیز خوشبو ہے۔ وہ پوچھتے ہیں، یہ پاکیزہ روح کون ہے وہ اس کے اچھے اچھے نام جو دنیا میں تھے انھیں بتاتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے یہاں تک کہ (اسی حالت میں) وہ اس کو اس قریب والے آسمان (سمائے دنیا) کی طرف پھر وہاں سے سب آسمانوں سے گزر کر ساتویں آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کا نام علیین میں لکھ دو اور اس کو (قبر کے سوال کے لیے) پھر زمین کی طرف لے جاؤ۔ بس اس کی روح بدن میں لوٹائی جاتی ہے (برزخ کے مناسب نہ کہ دنیا کی طرح) پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھلاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ وہ (مومن بندہ) کہتا ہے میرا رب اللہ اور میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ (فرشتے) پوچھتے ہیں کہ یہ شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کون تھے جو تمھاری طرف اور تم میں مبعوث ہوئے؟ وہ (مومن بندہ) کہتا ہے یہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ وہ (فرشتے) پوچھتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ (مومن بندہ) کہتا ہے میں نے قرآن پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ پھر آسمان سے ایک منادی (منجانب اللہ) آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے صحیح جواب دیا اس کے لیے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو، پس اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو پہنچتی ہے اور انتہائے نظر تک اس کے

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

اراکان میں مسلمانوں کی حالت زار

تحریر محمد صدیق ارکانی

رنگون اور مانڈلے کی مساجد پر قبضہ

بدھوں کے ہاں لڑکیاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں لڑکے بہت ہی کم ان کی تعداد آٹے میں نمک کی طرح ہے اس لیے ایک عرصہ سے یہ رواج چلا آرہا ہے کہ بدھ عورتیں مسلمان مردوں سے شادی کرکے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتی ہیں اس شادی بیاہ کو معیوب نہیں سمجھا جاتا بلکہ یہ شادی تحسین کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔ شادی بیاہ کا یہ رواج رنگون، مولمین، مانڈلے وغیرہ میں زیادہ ہے۔

شوال المکرم ۱۴۱۷ھ کے اواخر میں اسی رواج کے تحت ایک مسلم مرد کا نکاح مگھ عورت سے خفیہ تعلقات کی بنا پر ہو گیا لیکن حکومت برما کے بعض اعلیٰ عہدیداروں نے اس کو غلط رنگ میں پیش کیا جس کی وجہ سے دونوں خاندانوں میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اس کے بعد یہ آگ پھیلتی گئی یہاں تک کہ جانبین سے کافی لوگ مارے گئے، اور حکومت برما نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بیس مساجد پر قبضہ کر لیا، دس مانڈلے میں اور دس رنگون میں اور مزید مساجد پر قبضہ کی کوشش ہنوز جاری ہے۔

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر المومنین ملا عمر کے مشیر مولوی وکیل احمد نے اخبار ضرب مومن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ بامیان کے بتوں پر واویلا کرنے والے! بابری مسجد کی المناک شہادت پر خاموش تماشائی کیوں بنے رہے؟ ہندوستان، برما اور سری لنکا کے متعصب بت پرست ڈھائی سو مساجد گرا کر کس منہ سے بتوں کے تحفظ کی بات کرتے ہیں؟

(ضرب مومن ۲۴ تا ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ)

سرزمین اراکان میں مسلمانوں کے ہاں ٹین یا سیمنٹ کی چادر اور آر سی سی چھت وغیرہ کا بالکل رواج نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کا تصور بھی نہیں ہے اکثر لوگ مکان کی چھتوں میں تین قسم کی چیزیں استعمال کرتے ہیں (۱) جو امیر لوگ ہیں وہ اونگ پتہ (یہ ایک قسم کا ورق ہے جسے خاص ترتیب سے بطور چھت استعمال کیا جاتا ہے) بطور چھت لگاتے ہیں (۲) سن کی چھت (یہ ایک جنگلی پودا ہے اس کو بھی خاص ترتیب سے بطور چھت استعمال کرتے ہیں (۳) نارا کی چھت (دھان کی فصل کاٹنے کے بعد جو کچھ رہ جاتا ہے انھیں کاٹ کر چھت بناتے ہیں) بعض غریب لوگ جو ان چیزوں کی چھت نہیں بنا سکتے وہ پتہ ورق وغیرہ سے چھت بناتے ہیں جیسے موشی پتہ اور کروپ پتہ مشہور ہے۔

حال ہی میں حکومت برما نے ایک فرمان جاری کیا جس میں کہا گیا کہ پہلے قسم کے لوگوں کو ماہانہ دو ہزار روپے ٹیکس دینا ہوگا دوسرے قسم کے لوگوں کو ڈیڑھ ہزار اور تیسرے قسم کے لوگوں کو ایک ہزار اور چوتھے قسم کے لوگوں کو پانچ سو روپے ماہانہ ادا کرنے ہوں گے

حالانکہ یہ لوگ ان جنگلی اوراق اور پتوں پر قادر نہیں ہیں۔ دو دو تین تین سال اسی ایک ہی چھت پر گزار دیتے ہیں جب کہ سال میں چار پانچ ماہ مسلسل بارش رہتی ہے جس کی وجہ سے مکان اور چھت کا برا حال ہو جاتا ہے۔ اب یہ لوگ مزید ٹیکس کہاں سے ادا کریں۔

ہمارے یہاں پانی اور فراہمی آب میں گھر گھر پائپ لائن کا رواج اور تصور نہیں ہے بلکہ یا تو گھروں میں کنوئیں کھودے جاتے ہیں یا دریا اور ندی میں سے خواتین روزانہ گھڑے لے جاتی ہیں اور پورے دن کا پانی جمع کر لیتی ہیں۔ یہی مشغلہ روزانہ رہتا ہے اب خواتین کا مٹکا اور گھڑا لے کر پیادہ پا روزانہ پانی لانا یہ خود ایک بڑی مصیبت ہے۔ بسا اوقات پانچ پانچ کلومیٹر دور سے پانی لانا پڑتا ہے۔ مزید اس پر حکومت کی طرف سے پابندی لگا دی گئی ہے کہ اس طرح دریا اور سمندر سے اگر پانی لایا جائے تو فی خاتون کو سو روپے بھی دینے ہوں گے۔

جو بھی مگھ اور بدھسٹ بنگلا دیش یا دیگر صوبوں سے اراکان آتے ہیں، ان پر مسلمانوں کی زمین حکومت مفت تقسیم کر دیتی ہے، پھر ان مسلمانوں پر یہ پابندی بھی ہوتی ہے کہ یہ زمین دوبارہ کرائے پر بھی کاشت کے لیے ان سے نہ لیں۔ اگر کسی نے اس کی خلاف ورزی کی تو ساٹھ ہزار روپیہ جرمانہ دینا ہوگا۔

بقیہ: —— آداب طعام

ان میں بھی کلی کرنا مستحب ہے تاکہ منھ میں غذا کے ریزے نہ رہ جائیں اور نماز میں انھیں نگلنا نہ پڑے اور منھ صاف رہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا مستحب ہے یا نہیں؟ بظاہر کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مستحب ہے الّا یہ کہ یہ یقین ہو کہ ہاتھ پاک ہے اور کوئی میل کچیل اس پر نہیں ہے۔ کھانے کے بعد بھی ہاتھ دھونا مستحب ہے۔ ہاں اگر ہاتھ پر کھانے کا اثر نہ ہو، جیسے کھانا خشک ہو اور ہاتھ کو نہ لگے تو اس کا حکم مختلف ہوگا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ کھانے کے لیے ہاتھ دھونا اس وقت مستحب ہوگا جب کہ کھانے سے پہلے ہاتھ گندگی یا کھانے کے بعد بو محسوس ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ دھونے یا نہ دھونے کا تعلق اس بات سے ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ پاک صاف ہے یا نہیں اور کھانے کے بعد اس کے اثرات باقی ہیں یا نہیں؟ صفائی ہر حال میں مستحب ہے کھانے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی۔

نعت

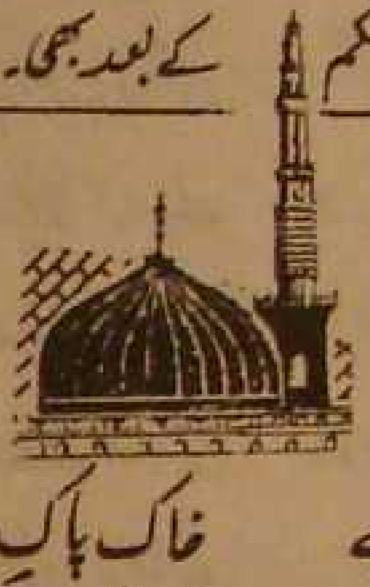

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی
۱۸۰ منہاج پور، الہ آباد

آ بتاؤں تجھے مجھ کو کیا چاہیئے
ناامیدی میں اک آسرا چاہیئے

مجھ پہ ہوتا رہے ان کا لطف و کرم
دین برحق کے ہر راہرو کے لیے

رہنمائی کو امت کے پیش نظر
دعوئ عشق احمدؐ کی تائید میں

ساقیا مے تو پی لوں مگر شرط ہے
لا سکے تو مدینے سے لا اے صبا

دین و دنیا سنور جائے جس سے مری
خاک پاکِ درِ مصطفےٰؐ چاہیئے

شہرِ طیبہ سے کچھ رابطہ چاہیئے
مجھ کو اس کے سوا اور کیا چاہیئے

اتباعِ رسولِ خدا چاہیئے
سیرت سید الانبیاء چاہیئے

ہر قدم پر نبیؐ سے وفا چاہیئے
اس میں کوثر کا بھی ذائقہ چاہیئے

مجھ کو خوشبوئے خیر الوریٰ چاہیئے
میرے آقا مجھے وہ دعا چاہیئے

ہے شفاعت کا طالب طفیل حزیں
اُس کو کچھ بھی نہ اس کے سوا چاہیئے

ماں کا دودھ

ابوعالم شہاب الدین ندوی

صنف نازک کی تخلیق میں خدا کی کاریگری کا ایک اہم اور بڑا مظہر یہ ہے کہ اس نے بچے کی غذا کے لیے ماں کی ذات ہی میں میٹھا و لذیذ، عمدہ و خوشگوار دودھ کا انتظام فرمایا، جو نومولود بچے کی جسمانی نشو و نما کے لیے بہترین غذا اور طاقتور ٹانک ہوتا ہے۔ بلاشبہ ماں کا دودھ بچے کے حق میں بہت سے ایسے خصائص و فوائد کا حامل ہوتا ہے جو دوسرے مختلف قسم کے دودھ اور ٹانک میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ ماں کا دودھ مختلف امراض اور بیماریوں سے محفوظ ہوتا ہے، گوناگوں وٹامنس اور پروٹینس سے لبریز ہوتا ہے قدرت کی کرشمہ سازی ملاحظہ فرمائیں کہ وہ دودھ سال کے مختلف موسموں کے لحاظ سے تبدیل ہوتا رہتا ہے موسم گرما میں سرد اور موسم سرما میں گرم ہو جاتا ہے۔

طبی نقطۂ نظر سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ نومولود بچے کے لیے ماں کا دودھ پینا انتہائی مفید اور ضروری ہے جس طرح خود ماں کے لیے بچے کو دودھ پلانا انتہائی نفع بخش اور لازمی ہے اور یہ عین تقاضائے فطرت اور مقتضائے اُمومت ہے۔ ماں اگر چہ اس میں تخلف کرتی ہے اور ان چھوٹے دانشمندوں کے بہکاوے میں آکر بچے کو دودھ پلانے سے کنارہ کشی اختیار کرتی ہے جو بڑے پرکشش لہجے میں یہ کہتے ہیں کہ اس سے تمہارے شباب کی رعنائی اور جمال کی دلفریبی میں فرق آجائیگا اور تمہارے حسن جہاں تاب کو اس سے گھن لگ سکتا ہے تو ایسی صورت میں اس ماں کو ایسے کڑوے گھونٹ پینے پڑجاتے ہیں اور ایسے بہت سے خطرناک امراض کا شکار ہونا پڑجاتا ہے جو اس کی صحت اور دلکشی کا جنازہ نکال کر ہی دم لیتے ہیں۔

اس موضوع پر پوری سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور خدا کی فطرت میں تبدیلی کے قریب بھی نہیں بھٹکنا چاہیے اور ایسے اقدام کا خیال تک دل میں نہیں لانا چاہیے۔ ورنہ خطرناک نتائج دیکھنے پڑیں گے اور مہلک امراض کا شکار ہو کر اسپتالوں کے چکر لگاتے بنے گی، کیونکہ فطرت انسانی سے بغاوت کرنے اور اس سے ٹکر لینے کا انجام کبھی اچھا نہیں نکلتا ہے۔

بہت سے دانشوروں اور مفکروں کا کہنا ہے کہ بچے کو مصنوعی ڈبے کا دودھ پلانا ماں کی فطرت سے بچے میں نافرمانی تخم ریزی کا آغاز ہے اس کے بعد بچے کی طرف سے ماں کی نافرمانی وجود میں آتی ہے صحت اور جسم کو جو غیر معولی نقصانات لاحق ہوتے ہیں وہ مزید برآں ہیں۔

یہاں پہنچ کر ذرا ہم اس پہلو پر بھی نظر ڈالیں اور اس لحاظ سے بھی تھوڑا غور کریں کہ:

کیا ماں کا دودھ بچے کے لیے صرف ایک جسمانی غذا ہے اور بس؟

نہیں، ہرگز نہیں، یہ خیال سراسر غلط ناقص اور سطحی ہے۔

بلاشبہ ماں کا دودھ بچے کو جسمانی

غذا تو فراہم کرتا ہی ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کو ذہنی، عقلی، قلبی اور فکری غذا بھی دیتا ہے، جسمانی نشو و نما کے ساتھ روحانی و باطنی دور رس اثرات بھی ڈالتا ہے۔ اور یہ وہ زبردست اور اہم ترین نتائج و ثمرات ہیں جو جسمانی غذا سے بڑھ کر اہمیت کے حامل ہیں، لہٰذا اگر ماں نیک و صالح ہے، دین کے رنگ میں رنگی ہوئی اور قرآن کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے اس کا ذہن و دماغ نورِ توحید سے روشن اور دل یادِ خدا سے معمور ہے، وہ اطاعت شعار و وفا کش ہے، پابندِ صوم و صلوٰۃ اور سنتوں کی پیروی کرنے والی ہے، اس کی زندگی کے تمام شعبے و گوشے تہذیبِ اسلامی کے آئینہ دار ہیں تو پھر اس ماں کا دودھ پی کر پروان چڑھنے والا بچہ خدا کا فرمانبردار، دین کا علمبردار، نبی پاک کا پیروکار اور دعوتِ اسلامی کا سرفروش مجاہد بنتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی ماں نے دودھ کے قطروں کے ساتھ ساتھ اوصافِ حمیدہ اخلاقِ عالیہ، پاکیزہ سیرت، داعیانہ جوش و جذبہ اور حکمت و دانائی کی بوندیں بھی پلادی تھیں، اور اگر اس کے برخلاف ماں کے اعمال و اخلاق اچھے نہیں ہیں۔ وہ خود آزاد مزاج اور آزاد فکر ہے، ٹی وی کے فحش گانوں کی رسیا اور عریاں مناظر کی دلدادہ ہے، مغرب زدہ اور فیشن پرست ہے، نماز و روزے سے کوسوں دور اور اسلامی تعلیمات اور نبی کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے عار محسوس کرتی ہے، اس کو قرآن کریم سے شغف کے بجائے فحش ناولوں، گندے لٹریچر، حیاسوز تصویروں، اخلاق باختہ ڈراموں سے لگاؤ ہے، بلکہ وہی اس کے دن رات کا شغلہ ہے، تو اس کی گود کا بچہ جیسا ہوگا آپ خود ہی فیصلہ کرسکتے ہیں اس کا قلب مسموم اور فکر مریض ہوگا ذہن و عقل سے وہ اسلام بیزار اور کردار و عمل میں وہ دین سے ایسا دور ہوگا کہ الأمان والحفیظ۔

جب صورتِ حال یہ ہے تو صرف سماج کو کوسنا اور معاشرہ کو موردِ الزام ٹھہرانا ہرگز انصاف نہ ہوگا، اگر نیک و صالح اولاد کی تمنا ہے جو آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور والدین کی وفاشعار اور اطاعت گزار ہو تو پہلے گھر سے اصلاح شروع کرنی ہوگی، اولاد کو اور خاص طور سے بیٹی کو دینی تربیت کی بھٹی میں تپایا جائے اس کے اخلاق و کردار کو دین کی روشنی میں سنوارا اور نکھارا جائے، یہاں تک کہ وہ بیٹی اسلام کی روشنی اور شریعت مطہرہ کے آئینہ میں اپنی ترجیحات و مرغوبات کو متعین کرے، اپنے قلب و نظر کو حقیقی معنی میں مسلمان بنائے، اور پوری احساس و ذمہ داری اور سچی امانتداری کے ساتھ وہ اپنی ذات کو امہات المؤمنین اور صحابیات مطہرات اور امت کی ان مقدس ماؤں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے جن کی کوکھ سے جنید و شبلی اور طارق و محمد بن قاسم پیدا ہوئے اور جن کی گودوں میں صلاح الدین ایوبی، سلطان ٹیپو، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسی شخصیات نے پلکر ملک و ملت کی بڑی خدمات انجام دیں۔

بلاشبہ ماؤں کی گودیں امانت ہیں، نسلوں کی صلاح و فساد کا ان پر انحصار اور اولاد کے بناؤ و بگاڑ کا انھیں پر دارومدار ہے ایک ماں کا بگڑنا صرف اس کی ایک ذات کا بگڑنا نہیں ہے بلکہ پوری نسل کا بگڑنا ہے اور اسی طرح اس کی صلاح و درستگی بھی صرف اس کی اپنی ایک ذات کی حد تک نہیں ہے بلکہ نسلوں کے رشد و ہدایت اور صلاح و فلاح کی باعث ہوتی ہے۔

کاش کہ عورت اپنے اس نازک مقام کو سمجھے اور اس میں اس ذمہ داری کا حقیقی احساس پیدا ہو، تو پھر دنیا رشد و ہدایت، صلاح و تقویٰ اور امن و سلامتی کی بادِ نسیم کے جانفزا جھونکوں سے لطف اندوز ہوسکتی ہے۔

بچوں کا گوشہ

عادل اسیر دہلوی

نیکی وقت پر کام آتی ہے

زوزن کے بادشاہ کا وزیر نہایت نیک، رحم دل اور شریف انسان تھا۔ سامنے اور پیٹھ پیچھے لوگوں کی تعریف کرتا اور سب کے ساتھ نیکی سے پیش آتا تھا۔ اتفاق سے بادشاہ کسی بات پر وزیر سے ناراض ہو گیا اور اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ بادشاہ کے سپاہی اس کے احسان مند تھے اس لیے قید کے دوران نہایت نرمی سے پیش آتے اور کسی قسم کی تکلیف اس کو قید خانے میں نہیں دیتے تھے۔

اگر تو دشمن سے صلح چاہتا ہے تو جب تیرا دشمن تیری برائی کرے تو اس کی تعریف کر۔ اگر تجھے دشمن کی کڑوی بات پسند نہیں ہے تو تو اس کا منہ میٹھا کردے۔

وزیر کو قید خانے میں پڑوسی بادشاہ نے ایک خفیہ پیغام بھیجا کہ بادشاہ نے آپ کی قدر نہیں کی بلکہ ذلیل کیا۔ خدا آپ کو رہائی نصیب کرے۔ آپ ہمارے پاس آجائیں تو خاطر خواہ آپ کی قدر و منزلت کی جائے۔ ہمارے دربار کے بڑے بڑے لوگ آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔

قید خانے میں وزیر تک یہ خط پہنچا تو اسے خطرے کا احساس ہوا۔ اس نے خط کی پشت پر ایک بے ضرر جواب لکھ کر بھیج دیا۔

اتفاقاً ایک مخبر کے ذریعے بادشاہ کو خبر ہو گئی کہ جس وزیر کو اس نے قید خانے میں ڈال رکھا ہے وہ اس کے دشمن پڑوسی بادشاہ سے خط و کتابت کر رہا ہے۔

بادشاہ کو سخت غصہ آیا۔ وزیر کا خط لے جانے والے قاصد کو گرفتار کر لیا گیا اس کے قبضے سے برآمد ہونے والے خط میں لکھا تھا۔ آپ لوگوں کا خیال میرے متعلق خاکسار کی فضیلت سے زیادہ ہے اور آپ کی پیشکش کا قبول کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے کیونکہ میں اس خاندان کی نعمتوں کا پروردہ ہوں اور تھوڑی سی دلی رنجش پر قدیم آقا سے بے وفائی نہیں کی جا سکتی۔ جو شخص ہر وقت تجھ پر عنایت کرتا ہو اگر کبھی ظلم کردے تو اس کو معاف کر دینا چاہیے۔

بادشاہ نے خط پڑھا تو اس کو وزیر کی نیک نیتی اور حق شناسی بہت اچھی لگی۔ اس نے وزیر کی خطا معاف کر دی اس کو آزاد کر دیا۔ انعام سے نوازا اور خلعت عطا کی۔ معذرت طلب کرتے ہوئے کہا: میں نے آپ کو بے قصور قید خانے میں ڈالا اور تکلیف پہنچائی۔

وزیر نے جواب دیا: بادشاہ سلامت! اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں بلکہ خدا کو یہی منظور تھا اور یہ تکلیف میری قسمت میں لکھی تھی لیکن یہ اچھا ہوا کہ تکلیف آپ کے ذریعہ پہنچی کیونکہ مجھ پر آپ کی نعمتوں کے بہت سارے احسانات ہیں۔ عقلمندوں کا قول ہے۔

(باقی صفحہ ۲۱ پر)